اشاعت کے ۴۲ سال

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

موجودہ زندگی کی اصل خرابی

موجودہ زندگی کی اصل خرابی یہ ہے کہ پوری سوسائٹی کا ضمیر خود غرض اور مطلب پرست بن گیا ہے، اس کا ایک فرد اپنی غرض کے لئے بے تکلف بڑی سے بڑی بے اصولی ارتکاب کر لیتا ہے، اگر وہ کسی شعبہ کا امین بنایا جاتا ہے تو اس کو خیانت میں باک نہیں، اگر کسی قومی ادارہ کا رکن منتخب ہوتا ہے تو اس کے اپنے حقیر فائدے کے لئے بڑے سے بڑے قومی و جماعتی فوائد کو پامال کرنے اور دوسروں کا گھر اجاڑ کر اپنا گھر آباد کرنے میں عذر نہیں، اگر وہ ماتحت ہے تو کام چور، سست کار اور احساس فرض سے عاری ہے، وہ اپنے کسی متوقع فائدہ یا کسی ذاتی رنجش کی بنا پر ایک گھنٹہ کے کام میں بآسانی ایک مہینہ لگا سکتا ہے اور آسان سے آسان معاملہ کو برسوں الجھا سکتا ہے، اور اس طرح سے اپنے ذاتی فوائد کے لئے نظامِ حکومت کو ناکام یا بدنام کر سکتا ہے، اگر وہ صاحبِ اختیار ہے تو اعزہ نوازی، احباب پروری، بیجا پاسداری اور شخصی یا خاندانی فوائد کی بنا پر صریح بے اصولی کا ارتکاب کر کے ملک و قوم کو نقصان پہونچاتا ہے، اگر تاجر ہے تو دولت میں غیر ضروری اضافہ کرنے کے لئے چور بازاری اور ناجائز نفع خوری کر کے لاکھوں غریبوں کو پیٹ کی مار مارتا ہے، اور دانہ دانہ کو ترساتا ہے اگر وہ روپیہ کا کاروبار کرتا ہے تو سود خواری اور مہاجنی کے ذریعے صدہا غریبوں کا بال بال قرض میں جکڑ دیتا ہے اور ان کو پیسہ پیسہ کا محتاج بنا دیتا ہے۔

مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

Rs 7/-

۱۰ فروری ۲۰۰۵ء

PosTal Regd.No.LW/NP/63/2003to2005

JAN - 2004

Vol. No.4 - Issue NO.6

Fornightly

Tameer-e-Hayat

Nadwatul Ulama, Lucknow-226007

R.N.I. No.UP URD/2001/6071

(0522)2740151 تعمیرِ حیات

2741272 دفتر اہتمام

2741221 رابطہ ادب اسلامی (فیکس)

2741231 شعبہ تعمیرِ ترقی (فیکس)

Phone : 0522-2274606(s)
® : 2616731

Mobile : 0522-9415786548

Mohd. Akram JEWELLERS

محمد اکرم جویلرس

Near : Odeon Cinema, Lucknow.

Phone : 2266786

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

ثناء جویلرس

Sana Jewellers

۱۲/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ
301/12, Sarai Bans,
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Phone : 2260433

جدید و دلکش سونے، چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gehna Palace

Whenever You See Jewellery.
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

Resi : 226177
Akbari Gate : 2268845

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

Shop : 9415002632
2613736
3958875

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا شوروم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد، لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala, Aminabda, Lucknow- 18

Md. Saiman
Md.Zubair

Shop : 2218629
Resi : 2229265
Mob : 9415026247

SAHARA FOOT WEAR

Wholesaler

35, Amethi House, Near Post Office
Aminabad, Lucknow

Editor : Shamsul Haq Nadwi Office Ph : 2741235(Ext) 18 Printed & Published by Athar Husain
on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Offset Printing Press, Tagore Marg, Lko. Ph :2740966

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ اشاعت کے ۴۲ سال

جلد نمبر ۴۲ | ۱۰ر فروری ۲۰۰۵ء مطابق ۳۰ر ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ | شمارہ نمبر ۳

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین

معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

☆ مولانا نذر الحفیظ ندوی ☆ مولانا عبداللہ حسنی ندوی

☆ مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

زر تعاون

سالانہ ۱۵۰/- فی شمارہ ۷/-

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ۳۵/- ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں

ترسیل زر اور خط وکتاب کا پتہ

Tameer-e-Hayaat

Post Box No.93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 18 (0522) 2740151 مہمان خانہ 2787250(Ext)

Website: www.nadwatululama.org

e-mail : Nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکیہ آفسیٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات، مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

Parekh Computer Lko Mob 9839 f33588

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

ایک رپورٹ

مسلمانوں کے معاشرتی مسائل کے حل کے لئے دارالقضاء وشرعی پنچایتوں کا قیام ضروری — شریعت اسلامی کو اپنی زندگی میں اس کی روح اور ۔۔۔۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۲

اداریہ

یورپ کا توسیع پسندانہ اور سامراجی رویہ — مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب — ۳

مضامین ومقالات

دونوں جہان میں کامیابی کی بنیادی اور لازمی صفات (سورہ والعصر کے حوالہ سے) (دوسری قسط) — مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب — ۷

کیا مہذب دنیا تاریک دور کی طرف واپس جارہی ہے — مولانا واضح رشید حسنی ندوی — ۱۰

ہم مسلمان! — مولانا محمد اجتبا ندوی — ۱۳

تعلیم کا مقصد اور ہمارا پرائمری نصاب — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی ندوی — ۱۵

بے حیائی کی سالگرہ — مولانا احمد عبدالمجیب قاسمی ندوی — ۱۸

کوفی عنان! کیا آپ سن رہے ہیں؟ — ڈاکٹر ایم۔ اجمل دہرہ دون — ۲۱

مشرق بعید کے مسلمان

تھائی لینڈ کے مسلمانوں پر ظلم — سلمان نسیم ندوی — ۲۳

تعارف وتبصرہ

کتابوں کی دنیا — مبصرین کے قلم سے — ۲۷

فقہ وفتاوی

فقہی سوال وجواب — مولانا مفتی محمد طارق ندوی — ۳۱

آخری صفحہ

علماء وعمائدین بھوپال کے ساتھ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی ایک نشست — ۳۲

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زرتعاون ختم ہوچکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زرتعاون ۱۵۰/روپے ارسال فرما کر ممنون کریں، کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کے شروع میں چھپا رہتا ہے

اس وقت صورت یہ ہے کہ اس گروہ کا جادو چل رہا ہے
جس کے ہاتھ میں ابلاغ کے ذرائع ہیں

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ النور)

''جولوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا، اور خدا جانتا ہے اور تم جانتے۔''

یہ آیت ایک معجزہ ہے، جس وقت یہ آیت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ نازل ہوئی تھی، مدینہ طیبہ کے محدود معاشرہ میں ایک خاص واقعہ پیش آیا تھا، اس واقعہ کا لوگ اپنی مجلسوں میں چرچا کرنے لگے، مجلسیں کتنی بڑی تھیں، وہ واقعہ کتنا بڑا تھا، کن افراد سے اس کا تعلق تھا، یہ ساری چیزیں ایسی تھیں کہ قرآن مجید کی اس آیت کی وسعت اس سے زیادہ تھی، وہ قرنوں سے بڑھ کر اور تاریخی اور جغرافیائی فاصلوں سے آگے بڑھ کر کچھ اور چاہتی تھی، آج ہم اس آیت کی تفسیر دیکھ رہے ہیں ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فواحش ومنکرات کی محبت کا رواج ہو، اس کا تصور آج صحافت، ٹیلی ویژن، ریڈیو کے اس دور میں، ناولوں کے اس دور میں، فلم کی ترقی کے اس دور میں اور لٹریچر اور فلسفوں کے اس دور میں اس کی جیسی تفسیر نہیں، بلکہ تصویر دیکھی جاسکتی ہے، کسی اور زمانہ میں مشکل ہے، مدینہ کے اس ماحول میں لوگوں نے ایمان بالغیب سے کام لیا ہوگا، اور انھوں نے اس کا انطباق کیا ہوگا کسی مخصوص واقعہ پر، لیکن آج کی ساری طاقتیں جس طرح اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ پر لگی ہوئی ہیں، اس کا ۱۴ سو سال پہلے کیا اندازہ ہوسکتا ہے؟

ہمارے معاشرہ میں تخریبی طاقتیں جس طرح اخلاقی انارکی اور بغاوت پھیلا رہی ہیں ان کے پاس وہ وسائل ہیں جو رات کو دن اور دن کو رات ثابت کرسکتے ہیں، نور کو ظلمت اور ظلمت کو نور بنا سکتے ہیں۔

دنیا کی سیاسی، اقتصادی تنظیمات سب کا حال یہی ہے، یورپ، امریکہ اور روس کی حکومتوں کو دیکھئے، اسی کے ساتھ مشرقی حکومتوں کو بھی دیکھئے کہ وہ فاسد الخیال، فاسد المقصد، جن کے مقاصد تخریبی، جن کی زندگی فاسد، جن کے اخلاق خراب، جن کے افکار وخیالات فاسد، ان سبھوں نے ایک اجتماعی نظام بنالیا ہے اور وہ اجتماعی نظام قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کررہا ہے، اس وقت صورت یہ ہے کہ اس گروہ کا جادو چل رہا ہے جس کے ہاتھ میں ابلاغ کے ذرائع ہیں، جن کی تعریف قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

ایک رپورٹ

مسلمانوں کے معاشرتی مسائل کے حل کے لئے دارالقضاء وشرعی پنچایتوں کا قیام ضروری

شریعت اسلامی کو اپنی زندگی میں اس کی روح اور منشا کے ساتھ اتارنا ہوگا.... حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

بھوپال، 28 جنوری۔ اسلام کی معیشت و معاشرت کے بارے میں غلط فہمیاں دور کرنا اور اغیار کے حملوں سے اسلام و مسلمانوں کے تحفظ کی تدابیر کرنا ہی مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کا مقصد ہے، اور بورڈ گزشتہ 32 سال سے یہ خدمات بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے، بورڈ کے ارکان میں کسی بھی قسم کا اختلاف نہیں ہے اور یہ کہ الحمدللہ تمام اراکین یکسوئی قلب سے بورڈ کے قیام کے مقاصد کی تکمیل میں منہمک ہیں۔ کچھ غلط فہمیاں میڈیا کی پھیلائی ہوئی ہیں اور بورڈ کو نقصان پہونچانے کی بعض کوششیں بھی کی گئی ہیں لیکن بورڈ اپنے کام میں مصروف ہے، مسلمانوں کے معاشرتی مسائل کے حل کے لئے دارالقضاء و شرعی پنچایتوں کا قیام ضروری ہے۔ ان خیالات کا اظہار مسلم پرسنل لا بورڈ کے کل ہند صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے یہاں (بھوپال) میں ایک اجلاس میں کیا۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے دارالعلوم تاج المساجد میں چنندہ مسلم شخصیات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کو صحیح راستہ پر چلنے کی ترغیب دینے اور اغیار کے حملوں سے شریعت کی حفاظت کرنے کے راستہ میں آنے والی مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لئے بورڈ کا ہر ممبر تیار ہے، انہوں نے کہا کہ شریعت کے تحفظ اور اس کو اغیار کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے مسلمانوں کو بھی کمر کس کر میدان میں اترنا ہوگا، اور شریعت اسلامی کو اپنی زندگی میں اس کی روح اور منشا کے ساتھ اتارنا ہوگا تاکہ دنیا کے سامنے اسلامی قانون کی افادیت و بہتری ظاہر ہوسکے۔ انہوں نے کہا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ مسلمانوں میں یہ دینی شعور پیدا کرنے کا کام بھی کررہا ہے، بورڈ کا اصلاح معاشرہ پروگرام اسی پہلو کو اجاگر کرتا ہے، جو غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں ان کے تدارک و تدابیر کا عمل بورڈ اپنے پروگراموں کے ذریعہ کرنے میں مصروف ہے۔

مولانا ندوی نے کہا کہ مسلمانوں میں بہت سی معاشرتی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں جن کو ختم کرنے کی ضرورت ہے، اغیار کو مسلمانوں کی معاشرتی زندگی پر انگلیاں اٹھانے میں رسوم و رواج کی ادائیگی بہت بڑا مسالہ فراہم کرتی ہے۔ بورڈ کا ایک اہم مقصد اور مشن تمام ہندوستانی مسلمانوں کو متحد و متفق رکھ کر دین کی حفاظت کے لئے متحدہ کوششیں کرنا بھی ہے، اس کا اظہار پرسنل لا بورڈ کے ممبران کے انتخاب سے بھی ہوتا ہے جس میں تمام مسالک اور فرقوں کی نمائندہ شخصیات کو منتخب کیا جاتا ہے۔

اس موقع پر مولانا رابع حسنی ندوی نے بتایا کہ پرسنل لا بورڈ کے ذریعہ تیار کیا گیا نکاح نامہ بھوپال اجلاس میں منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا، انہوں نے کہا کہ یہ نکاح نامہ حکم نامہ نہیں ہے، بلکہ اس میں ترغیب اور رہبری کا انداز ہے۔ اس سے قبل مولانا محمد سعید مجددی امیر دار العلوم تاج المساجد بھوپال ورکن مسلم پرسنل لا بورڈ نے جلسہ کے اغراض و مقاصد بتاتے ہوئے کہا کہ اپریل 2005 میں بھوپال میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا کل ہند اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، اسی اجلاس کی تیاریوں کے سلسلہ میں آج کا یہ مشاورتی جلسہ مولانا رابع حسنی ندوی کی صدارت میں ہورہا ہے، تاکہ تمام ذرائع اور وسائل کے ساتھ دینی، علمی، ادبی اور اصلاحی شخصیتوں کے شایان شان اجلاس منعقد ہوسکے۔

(بشکریہ راشٹریہ سہارا، نئی دہلی)

اداریہ

یورپ کا توسیع پسندانہ اور سامراجی رویہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مسلمانوں کی عہد اول کی تاریخ بڑی شاندار رہی ہے انھوں نے نہ صرف یہ کہ مشرقی ایشیا سے مغربی افریقہ اور یورپ کے مغربی علاقہ اسپین تک اپنی طاقت اور سربراہی کا لوہا منوایا بلکہ علمی میدان میں اور تہذیب واخلاق کی خوبی میں شاندار کارنامے انجام دیئے اور علم وتمدن کا وہ معیار قائم کیا جو اس وقت اور اس کے بعد زمانہ کے لئے روشنی کا مینار بنا یہ وہ وقت تھا جب یورپ کی قومیں علم وتمدن کے لحاظ سے گھٹاٹوپ اندھیرے میں تھیں انھوں نے مسلمانوں کے علم وترقی کو دیکھا اور کئی صدی بعد اس سے فیض اٹھانا شروع کیا اور بتدریج ترقی کے راستے پر گامزن ہوئیں، مسلمان قومیں علم وثقافت وتمدن اور اعلی انسانی قدروں کے ساتھ صدیوں تک علمی ترقی اور سلطنت واقتدار کے میدان میں نمایاں رہیں اور اقوام عالم کے درمیان ان کو قائدانہ اور معلمانہ مقام حاصل رہا۔ اور اسپین کا اسلامی ملک اندلس تو یورپ کے ملکوں کے بالکل قریب ہی تھا لہٰذا وہ یورپ کے حلقوں کے لیے قابل تقلید نمونہ بنا، اور یورپ کے ممالک جو سیاسیت کو اختیار کئے ہوئے تھے اور علمی وتمدنی لحاظ سے بہت پسماندہ زندگی کے حالات سے گزر رہے تھے بالآخر عالم اسلام کی علمی ترقیات وخصوصیات سے فائدہ اٹھانے کی طرف متوجہ ہوئے، اور اندلس کی درس گاہوں سے باقاعدہ استفادہ علمی کیا، اور اس کے نتیجہ میں ان کی آنے والی نسلوں میں بتدریج علم سے دلچسپی بڑھتی گئی، اور نتیجۃً وہ علم وتمدن کی راہ پر امتیازی حیثیت سے گامزن ہوگئے اور اسی کے ساتھ مسلمان ملکوں میں چھ سات سو سال عروج میں رہنے کے بعد زوال کا سلسلہ شروع ہوا، چنانچہ ایک طرف یورپ علم وتمدن کی دل چسپی میں آگے بڑھتا گیا اور دوسری طرف مسلمان ممالک بے توجہی اور غفلت میں مبتلا ہوتے گئے، جس کے نتیجہ میں دونوں کے درمیان تقریباً دو صدی کی ترقی وتنزلی کے نتیجہ میں جو تقریباً پندرہویں صدی سے سولہویں صدی عیسوی تک پیش آئی، پورا عالم اسلام زوال وانحطاط اور مغربی دنیا ترقی اور کامیابی میں اہمیت کے مقام پر پہنچ گئی، اور سترہویں سے انیسویں صدی کے درمیان تقریباً سارے مسلمان ممالک یورپ کی طاقتوں کے زیر نگوں آگئے۔ سیاسی اور عسکری طور پر زیر نگوں آجانا تو ایسی خاص بات نہ ہوتی کیونکہ طاقت کے ٹکراؤ میں نشیب وفراز آتے ہی ہیں، لیکن خسارہ اور فکر کی بات یہ ہوئی کہ طاقت کے اسباب کی طرف توجہ کرنے اور علمی ترقی اور تمدن کے وسائل کے اختیار کرنے کے معاملہ میں مشرقی قوموں اور مغربی قوموں کے درمیان بڑا فاصلہ پیدا ہوگیا، ساری مشرقی اقوام شکست خوردہ اور پسماندہ ہوگئیں اور یورپین قوموں کی غلام بن گئیں اور غلامی بھی ایسی کہ اس میں غالب قوموں کی طرف سے ان مغلوب قوموں کو انسانی رواداری اور ہمدردی اور حق پسندی سے بھی محروم کردیا گیا، یہ ظالمانہ سامراج اور استعماری رویہ تھا، اس میں سمندر پار سے آئی ہوئی طاقتیں ان مشرقی ملکوں کے اصلی باشندوں کے ساتھ زر خرید غلام جیسا سلوک کرتی رہیں اور ان کے ممالک کو اپنی ذاتی جائداد کے طور پر استعمال کرتی رہیں۔ اس جبر وحق تلفی نے بالآخر مشرقی اقوام میں مظلومیت کا احساس پیدا کیا جو بیداری کی طرف لے گیا، اور آزادی کی تحریکیں چلیں جو بتدریج اثر انداز ہوئیں اور آہستہ آہستہ ایسی فضا بنتی گئی کہ بیسویں صدی کی وسط تک مغربی سامراج کو مشرقی ملکوں کی حکومت سے دست کش ہونا پڑا اور یہ مشرقی قومیں براہ راست غلامی سے آزاد ہوگئیں، لیکن مغربی ممالک کے حکمرانوں کو چونکہ اپنے ملکوں کے اصحاب اقتدار کی سرپرستی کے ساتھ اپنے یہاں کے دانشوروں کا تعاون بھی حاصل تھا، لہٰذا حکومتی سطح پر مشرقی ملکوں کو آزادی ملنے پر بھی ثقافتی اور علمی سطح پر مغربی ممالک کا اثر ورموخ مشرقی ملکوں میں برابر قائم رہا چنانچہ اس کے ذریعہ مغربی ممالک مشرقی ممالک میں فکری اور علمی لحاظ سے اپنا اقتدار باقی رکھنے میں کامیاب رہے اور اس کے اثر سے مشرقی ممالک کو ذہنی اور سیاسی بلکہ اقتصادی لحاظ سے بھی اپنے زیر اثر رکھتے رہے۔

مغربی ممالک کا حکومتی اقتدار مشرقی ممالک سے جانے کے بعد مغربی ممالک کی طرف سے سیاسی حکمتِ عملی ایسی ہوشیاری کی رہی کہ مشرقی ممالک کے

سادہ لوح لوگ اس کو بروقت سمجھنے سے قاصر رہے، اور مغربی استعمار اپنی دوررس منصوبہ بندی سے اپنے مقاصد حاصل کرتا رہا اور یہ سلسلہ بدستور قائم ہے اور مشرقی ممالک میں مغربی حکمت عملیوں کی تابعداری جاری ہے۔

بلادِ عربیہ کے متعدد ملکوں پر اور ہندوستان کے مختلف علاقوں پر برطانیہ نے جب اقتدار حاصل کیا تھا تو اس نے آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو کی حکمتِ عملی اختیار کی تھی اور اس کے لئے یہاں کے مختلف حکمرانوں کے مابین کشمکش بڑھانے اور ایک دوسرے کی کشمکش میں کسی ایک کی دوسرے کے خلاف مدد دینے کا طریقہ اختیار کیا، اس طریقہ سے اپنے کو بالادستی اور اقتدار تک پہنچایا، اثر ورسوخ کو بڑھایا۔ حالانکہ انگریز یہاں ایک تجارتی کمپنی کی حیثیت سے آئے تھے، لیکن انھوں نے حفاظتی عملہ کے نام سے اپنی فوجی طاقت بنائی، یہاں کے حکمرانوں میں ایک مذہب اور ایک قوم ہونے کے باوجود آپسی اختلافات کی صورت میں ایک دوسرے کے خلاف غیروں سے مدد لینے کی کمزوری پیدا ہو چکی تھی اسی کمزوری نے ایک کو شکست دوسرے کو فتح تو دلایا لیکن فتح پانے والا بھی اپنی مدد کرنے والی طاقت کا دستِ نگر ہو کر غلامی کی ذلت قبول کرنے پر مجبور ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ دشمن جب دوست کے لباس میں سامنے آتا ہے تو اس کے اظہار دوستی اور تعاون کی حقیقت جاننے میں سمجھداری کا بڑا امتحان ہوتا ہے، اس سمجھداری میں کوتاہی بُرا انجام لاتی ہے۔ چنانچہ اندلس سے مسلمانوں کا اخراج اسی کمزوری کے نتیجہ میں ہوا اور ہندوستان جیسے وسیع رقبہ اور آبادی والے بڑے ملک کو آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے اپنے سے آٹھ گنا چھوٹے اور سات سمندر پار ملک سے آئے ہوئے حریف کے سامنے ذلت کے ساتھ ماتحتی قبول کرنی پڑی اور اس ماتحتی میں یہ بڑا ملک دوسو سال بے بضاعتی اور بے کسی کے عالم میں رہا، اس کا آج آزادی کے زمانہ میں پورا اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ برطانی سامراج کے زمانہ میں ملک کی آبادی کو کیا کیا مصیبتیں جھیلنی پڑیں، برطانیہ کے سامنے غلامی میں رہنے کے دور میں آزادی سے کچھ قبل جب کہ ملک کی آبادی آج کے مقابلہ میں ایک چوتھائی تھی۔ ملک کے باشندوں کو غذا اور سامان زندگی کے حصول میں اتنی کمی کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ بنگال کے صوبہ میں ہولناک قحط نے بیشمار آدمیوں کو بھوک سے ختم کر دیا اور پورے ملک میں عرصہ تک کھانے اور زندگی کی دوسری اشیاء کی برابر کمی پیش آتی رہی حتی کہ غلہ، کپڑا اور ضرورت کا سامان راشن کارڈ اور کنٹرول سے لینے کے لئے لائنیں لگانی پڑتی تھیں۔ اور آج اسی ملک میں آبادی چوگنی ہو جانے کے بعد بھی ضرورت کی اشیا، فراوانی کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ملک کے باشندے خود ہی منتظم واہل کار ہیں باہر کی طاقت کے رحم وکرم پر نہیں ہیں، لیکن یہ ملکی رہنما اگر صرف اپنے ملک اور ملک کے باشندوں کے مفاد ہی کو پیش نظر رکھیں تب ملک کو فائدہ پہنچے گا اور اگر ذاتی مفادات یا صرف فرقہ وارانہ فائدوں کی فکر تک محدود رہیں گے تو ملک کو نقصان پہنچے گا۔

مغربی سامراج کا اس ملک پر قبضہ کے زمانہ میں ملک کی آبادی کو کیا کیا جھیلنا پڑا، ملک کے باشندوں کی طرف سے ۱۸۵۷ء میں آزادی کی کوشش کی گئی تھی۔ جس میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی اس کی سزا میں لوگوں کو خطا کار اور بے خطا کے فرق کے بغیر بے دریغ قتل کیا گیا، یہ استعماری طاقتوں کے کردار کی ایک مثال ہے، اسی نمونہ پر شمالی افریقہ کے مسلمان ممالک میں فرانس اور بعض حصوں میں اٹلی نے جابرانہ سامراجی طریقے اختیار کئے۔ جس کے نتیجہ میں وہاں کے وہاں کے کئی کئی لاکھ باشندے اس جابرانہ رویئے کی نذر ہو گئے، دنیا میں علی العموم فاتح مفتوح کے ساتھ جابرانہ رویہ اختیار کرتا ہے۔ خاص طور پر جب اس کے سامنے خدا اور آخرت کا تصور رکاوٹ نہ بنے، خدا کا خوف اور آخرت کا صحیح تصور ہو تو انسان انسان کے ساتھ محبت اور خیر خواہی کا ثبوت دیتا ہے، چنانچہ مسلمان حکمرانوں میں بے شمار ایسے افراد گزرے ہیں جن میں خوف خدا اور آخرت کی سزا وجزا کا خیال تھا، لہٰذا انھوں نے اپنے ماتحت قوموں کے ساتھ انصاف اور ہمدردی کا رویہ اختیار کیا، اور یہ نہ ہو تو پھر فاتح کا مفتوح پر ظلم کرنا کوئی نئی بات نہیں ہوتی، چنانچہ یورپی استعماری طاقتوں نے اپنی مفتوح قوموں کو زندگی کے مختلف محاذوں پر ان کے حقوق سے محروم کرنے کا جابرانہ رویہ اختیار کیا، جس کی واضح مثالیں سیاسی میدان میں، مذہبی میدان میں اور ثقافتی میدان میں کھلے طریقہ سے نظر آتی ہیں، مزید یہ کہ اس کام کے لئے انہوں نے منصوبہ بند کوششیں کیں۔ یہ منصوبے عام طور پر بڑی ذہانت سے بنائے جاتے رہے کہ جن کا عام طور پر ان مصیبت زدہ لوگوں کو واقعات کے پیش آجانے ہی پر پتہ چلا۔

برطانیہ نے شام وفلسطین پر اپنے قبضہ کے دوران یہودیوں سے فلسطین میں ان کی آبادی کو قائم کرنے اور اس پر قبضہ دلانے کا وعدہ گزشتہ صدی کے شروع دور ہی میں کر لیا تھا، پھر اس کی تدبیر خاموش طریقہ سے اختیار کی، ان کی بستیاں بسانے میں مدد دی، پھر ان کو فوجی طاقت کی صلاحیت پیدا کرنے میں مدد دی جس کے نتیجہ میں عربوں سے اقتدار چھیننے کا ان کو موقع فراہم کیا اور عرب ملکوں پر جو برطانیہ کے ماتحت رہ چکے تھے جنگ روگ دینے پر اصرار کیا جبکہ عرب اپنے ملک فلسطین میں اپنا اقتدار واپس لینے کے قریب پہنچ گئے تھے، پھر مزید کارروائیاں امریکہ کے تعاون سے اختیار کیں اور بتدریج فلسطین میں ان کی حکومت وسیع اور مضبوط کر دی۔ اسی کے ساتھ عرب ومسلمان ملکوں میں برسر اقتدار ایسے لوگ لائے گئے جو وہاں کے باشندوں کے ساتھ جمہوری قدروں سے ہٹ کر جابرانہ انداز میں معاملہ کرتے رہے اور سامراجی طاقتوں کی مصلحتوں کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ بنے۔

برطانیہ وفرانس نے اپنے زیر اقتدار علاقوں سے نکلنے کے بعد استعماری منصوبہ بندی اور استبدادی کاموں کی باگ ڈور دنیا کی بڑی طاقت امریکہ کے سپرد کر دی، چنانچہ گزشتہ صدیوں میں جو طرزِ عمل برطانیہ اور فرانس کا تھا اس کو جمہوری عنوانات سے امریکہ انجام دینے لگا۔ جس کے اثر سے مشرقی قوموں کی زندگی کے مختلف پہلو اس کے استعماری منصوبوں کے شکار ہونے لگے، اس کی منصوبہ بندی اس طرح کی جاتی رہی کہ اس کا اثر اقتصادیات پر کنٹرول کرنے کی صورت میں اور ملک کی سیاسی پوزیشن کو متاثر کرنے کے نتیجہ کے طور پر ظاہر ہو، اسی کے ساتھ ساتھ عیسائی مذہب کی ترویج کے لئے بھی مؤثر ذرائع اختیار کرنے کا سلسلہ بھی ہے اس کے ساتھ لٹریچر اور میڈیا کے ذریعہ بے باک بے خدا ثقافت کی ترویج بھی کی جاتی ہے اور سامراجی اثر ورسوخ قائم ہونے میں کہیں رکاوٹ پیدا ہو تو کسی بہانے سے عسکری طاقت کو کام میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ افغانستان میں جو کارروائیاں کی گئیں اور عراق میں جو کی جارہی ہیں ان کے پیچھے بڑی حد تک اقتصادی نفع اندوزی اور سیاسی رجحان پر تصرف کا حق حاصل کرنے کی تدبیریں دیکھی جاسکتی ہیں، مشرقی ممالک میں ذرائع ابلاغ کے وسائل کو ذہن سازی کے لئے جس طرح استعمال کیا جارہا ہے ان کے پیچھے مذہب اور اخلاق کو مغربی ملحدانہ اہل فکر کی مرضی وپسند کے مطابق ڈھالنے کا منصوبہ صاف دیکھا جاسکتا ہے۔

گزشتہ صدی کے آغاز تک ساری عرب دنیا اور ترکی کا ملک ایک وسیع سلطنت کی صورت میں تھے، یہ مسلمانوں کے لئے ایک بڑے زبردست ملک کی حیثیت رکھتا تھا، گزشتہ صدی کے آغاز کے بعد برطانوی مشیروں نے عربوں کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے عربوں کو قومیت کا نعرہ دے کر ترکی کے خلاف ورغلایا، جس کے نتیجہ میں تحریک چلی اور عرب ملک ترکی حکومت سے الگ ہو کر چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گئے اور بتدریج برطانیہ وفرانس کے اقتدار اور سرپرستی میں چلے گئے اور اس طرح مسلمانوں کا یہ ملک جو ایک زبردست طاقت تھا ۲۰-۲۲ چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تبدیل ہو گیا۔ دوسری طرف ترکوں کو عربوں کے اس رویہ کے خلاف نفرت دلا کر اسلام کی تعلیمات سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی، اور مصطفیٰ کمل کے ذریعہ اسلام کے شعائر کو ممنوع قرار دلوایا، بہر حال آج مشرق وسطی میں جو سیاسی اور حکومتی انتشار اور آپسی ٹکراؤ ہے اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ سب برطانیہ کی ذہن سازی اور ترکیب کا نتیجہ ہے۔

فرانس نے مراکش، الجزائر اور تیونس پر اپنے قبضہ کے دوران عربی زبان سے ان کو محروم کرنے اور فرانسیسی زبان کو ان ملکوں کی دفتری زبان بنانے کی تدابیر اختیار کیں، علماء نے مقابلہ کیا اور بالآخر پندرہ بیس لاکھ افراد کی جانوں کی قربانی لینے کے بعد فرانس نے ان علاقوں کو چھوڑا، لیکن الگ الگ کر کے، اور اپنی تعلیمی تدابیر سے ان کے باشندوں کا ذہن یورپ زدہ بنانے کے ساتھ چھوڑا، جس کے اثرات وہاں کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور حکمرانوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مشرقی ایشیا میں ہالینڈ نے بھی سامراجی پالیسی کے تحت انڈونیشیا پر اقتدار قائم کیا اور بڑی مشکل سے ملک کو چھوڑا لیکن اپنے ثقافتی اثرات سے وہاں عیسائیت کو فروغ دینے کی کوشش کی جس کی سرپرستی امریکہ ودیگر مغربی ممالک ملک کے آزاد ہو جانے کے بعد بھی کر رہے ہیں اور عیسائیت کو مسلط کرنے کی برابر انتھک کوشش جاری ہے۔

یورپ کے ملکوں کی طاقت کمزور ہو جانے کے بعد ان کاموں کے لئے امریکہ نے ان کی جگہ سنبھال لی، اس نے جاپان کو قابو میں کرنے کے لئے اس کے

آباد شہروں ہیروسیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے جس سے لاکھوں افراد ہلاک اور معذور ہوئے، پھر ویت نام میں اپنا اثر قائم کرنے میں ہزاروں ہزار انسانوں کی جانیں لیں، اور اب کچھ عرصہ سے افغانستان اور عراق پر قبضہ جمایا، جس کے دوران کتنے بے گناہوں کو جیل اور سزا کی اذیتوں سے گزرنا پڑا اور اب بھی گزر رہے ہیں، اور اب شام وایران کے بھی ان کے زد میں آنے کے امکانات ہوگئے ہیں۔ اور ان سب نے مشرقی ملکوں میں جس تہذیب وتمدن کا پرچار کیا جو ان کی سرپرستی میں برابر جاری ہے، اس میں تمام اسلامی اور مشرقی قدروں کو ہولناک چیلنجوں کا سامنا ہے، اخلاقیات کا پورا ڈھانچہ بدلا جارہا ہے۔

خود امریکہ ویورپ کے اخلاقی آزادی اور حیاسوز بیباکی کے جو واقعات ان کے تمدن ومعاشرہ میں پیش آرہے ہیں جن کو وہ رضامندی کے ساتھ ہونے پر کچھ عیب کی بات نہیں سمجھتے وہ ایسے غیر معمولی ہیں کہ بعض تو جانوروں میں بھی پیش نہیں آتے، اس آزادی وبے باکی کے نتیجہ میں لاکھوں بچے ایسے پیدا ہورہے ہیں جن کے باپ کا پتہ نہیں چلتا صرف ماں تک ان کا تعلق ثابت ہوتا ہے اور مرد وعورت کی شادی کو زحمت سمجھ کر دل خوش کرنے کے دوسرے ذرائع اختیار کرنا بھی عام ہوتا جارہا ہے، اس کے لئے میڈیا کے ذرائع اور قانون ہمت افزائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اور یہی صورت حال مغربی ملکوں کی طرف سے ان کے سامراجی ذرائع سے مشرقی ممالک کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کے نام سے اختیار کی جارہی ہے۔

افسوس یہ ہے کہ ان حالات کو مشرقی قوموں کے دانشور ابھی زیادہ توجہ کے قابل نہیں سمجھ رہے ہیں، ان میں عمومی ذہن کے اعتبار سے حالات کے بارے میں زیادہ خطرہ کی بات نہیں سمجھی جاتی ہے، اچھا گمان ہی پایا جاتا ہے، حالانکہ اس طرح کے کاموں کے لئے جو منصوبے استعماری طاقتیں استعمال کرتی ہیں ان کا انتظام بعض وقت کئی دہائی پہلے شروع ہوا ہوتا ہے اور جب نتائج تک نوبت پہنچتی ہے تب لوگوں کو کچھ توجہ ہوتی ہے، اور اس وقت تک ان کے تدارک کا موقع ہاتھ سے تقریباً نکل چکا ہوتا ہے اور صرف افسوس کیا جاسکتا ہے۔

ان حالات کی صورت میں مشرقی ممالک کی سیاسی، ثقافتی اور اخلاقی زندگی پر جو اثرات پڑ رہے ہیں اور جو خود ان کی کتابوں اور رسالوں میں آرہے ہیں ان سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور وہی اثرات ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مشرقی ممالک کے پڑھے لکھے لوگوں میں پیدا کئے جارہے ہیں اور اسی طرح مشرقی ممالک کے جو معدنی ذخائر یا اقتصادی ذرائع ہیں مغربی طاقتوں کی طرف سے ان سے نیم مالکانہ فائدہ اٹھانے کی تدابیر کی جارہی ہیں یہ ایسا ہے کہ اس کو ایک طرح سے پوشیدہ غلامی کا بھی نام دیا جاسکتا ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم خوبصورت اصطلاحات اور پسندیدہ الفاظ اور دلکش انداز بیان سے ہی حقیقت کو سمجھنے میں مدد نہ لیں، بلکہ ماضی اور حال کے واقعات کی حقیقتوں کے گہرے مطالعہ کے ذریعہ غالب قوموں اور بااثر طاقتوں کے عزائم کو سمجھنے کی کوشش کریں، اور ان عزائم کے تحت جو منصوبے ہوسکتے ہیں ان کو شروع ہی میں سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ان کے عمل میں آجانے اور نتائج ظاہر ہونے سے پہلے ان کا تدارک کریں، اور اگر تدارک نہ کرسکیں تو کم از کم ان سے آگاہ ہوسکیں اور دوست اور دشمن میں فرق سمجھ سکیں۔ خاص طور پر دشمن اگر دوستی اور ہمدردی کے انداز اور اظہار کو اپنا طریقۂ کار بنا رہا ہو۔

ہماری مشرقی دنیا میں گزشتہ تین صدیوں کے اندر مغربی استعمار اور اس کے استحصالی مقاصد سے جس طرح سابقہ پڑا ہے وہ بڑا دردناک ہے اور مغربی ذرائع ابلاغ کے تصرف اور اثر ورسوخ کی وجہ سے مغرب کے استحصالی رویہ کو سمجھنے میں بڑی کوتاہی ہورہی ہے۔ اور اب استعماری واستحصالی رویہ اتنا مخفی بھی نہیں رہا کہ جس کے سمجھنے میں دشواری ہو۔ مگر افسوس یہ کہ ہم ابھی اپنے محدود مسلکی اور ذاتی وشخصی مصلحتوں کے ٹکراؤ سے ہی پوری طرح نہیں نکل سکے ہیں اور اپنی طاقت اور دانشوری کا میدان علی العموم ان ہی ذاتی وشخصی مقاصد کو ہی بنائے ہوئے ہیں۔

ضرورت ہے ہم اُن دانشوروں کے مضامین اور کتابوں کا مطالعہ کریں جنہوں نے مغرب کے اس رویہ کا گہرا مطالعہ کرکے اس کے مضر پہلو اور اس کے مؤثر نتائج کی نشاندہی کی ہے اور اب اس سلسلے کا لٹریچر اچھا خاصا تیار ہوچکا ہے اور مغربی ممالک میں آنے جانے والے یا وہاں کچھ وقت گزارنے والے حضرات ایک تعداد میں یہ مفید کام انجام دے رہے ہیں۔ ❁❁

(دوسری قسط)

دونوں جہان میں کامیابی کی بنیادی اور لازمی صفات
(سورہ والعصر کے حوالہ سے)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی
ترتیب وپیشکش: اقبال احمد ندوی

تیسری بنیاد: اور تیسری بات یہ فرمائی کہ ﴿ و تواصوا بالحق ﴾ یعنی صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ تم خود صاحب ایمان بن گئے اور نیک عمل کرنے لگے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر تمہارا کام یہ ہے کہ تم دوسروں کو بھی فیض پہونچاؤ، نیکی اپنے ہی تک محدود نہ رکھو، اس کو دوسروں تک بھی پہونچاؤ، دوسروں کو بھی خیر کی باتیں بتاؤ، دوسروں کو بھی توجہ دلاؤ کہ دیکھو انسان بنو، اللہ کے نیک بندے بنو، اچھے اخلاق اختیار کرو، تم دوسروں تک اس بات کو پہونچاؤ۔ تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قائدانہ مقام دیا ہے، تم کو خلیفہ بنایا ہے، خلیفہ کا مطلب کیا ہے کہ وہ وہ کام کرتا ہے جو خلیفہ بنانے والا چاہتا ہے، اور اس نے اس کو جو کام سپرد کیا ہے، تمہاری حیثیت قائدانہ ہے، اس دنیا میں تم ایسی نسل بنا کے اور مخلوق بنا کے پیدا کئے گئے ہو جو دوسروں پر حاوی ہے، جو دوسروں کو کچھ دیتی ہے، خود اپنے تک اسے محدود نہیں رکھتی۔

تو تیسری صفت یہ ہے کہ تم دوسروں کو فیض پہونچاؤ، دوسروں کو حق بات پہونچاؤ، دوسروں کی بھی بھلائی کی فکر کرو، دوسروں کو بھی صحیح راستہ پر چلانے کی کوشش کرو۔

چوتھی بنیاد: اور چوتھی صفت یہ ہے کہ ﴿ و تواصوا بالصبر﴾ یعنی اس کام میں تم کو دشواریاں پیش آئیں گی، رکاوٹیں پیش آئیں گی، مسائل بھی پیش آسکتے ہیں، اس لئے کہ تم دوسروں کو اس راہ سے جو انہیں پسندیدہ ہے، جن سے وہ لگے ہوئے ہیں، ہٹنے کو کہو گے تو وہ ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ ہم اسے کیسے چھوڑ دیں؟ ہم تو اتنے دنوں سے یہی کررہے ہیں، تو ظاہر ہے کہ تمہیں اس کام میں رکاوٹیں پیش آئیں گی، اور دشمنیاں بھی بعض وقت ہوں گی جو تمہیں اس وقت برداشت کرنا ہوں گی، اس کی بڑی اہمیت ہے، اس لئے دعوت کا، دوسروں کی اصلاح کا اور دوسروں کو خیر کی طرف بلانے کا کام، بغیر صبر کئے نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ اس میں الجھنیں پیش آتی ہیں۔ اور دوسروں کو اپنے طریقے پر لانے کے لئے آدمی کو بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے تو اگر برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، اور برداشت کرنے کی صفت نہیں ہے تو وہ کام انجام نہیں پاسکتا، بلکہ عمل صالح بھی نہیں ہوسکتا، اور ایمان بھی نہیں ہوسکتا۔ تم ایمان لاؤ گے اور بتاؤ گے کہ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے تو تمہارا لوگوں سے ٹکراؤ ہوگا، اور لوگوں سے تمہاری کشمکش ہوگی، اس طرح جو اچھے کام کروگے، نیک کام کروگے تو جو برا کام کرنے والے ہیں ان سے تمہارا ٹکراؤ ہوگا، اور ان سے تمہیں الجھن پیدا ہوگی اور تعاون بہت کم ملے گا۔ اور اسی طرح تم دوسروں کی اصلاح کرنے کی کوشش کروگے اور حق بات پہونچاؤ گے تو تمہیں اس میں بھی دشمنی اور عداوت پیش آئے گی، تو اس پورے معاملہ میں یعنی ان تینوں صفات میں ایمان، عمل صالح اور دعوت الی الحق میں تمہیں دشواریاں پیش آئیں گی۔ فرمایا ﴿ و تواصوا بالصبر﴾ تو اسی ایک دوسرے کو پہونچانا، ایک دوسرے کو حق بات کی دعوت دینا، ایک دوسرے کو اچھی باتوں کی تلقین کرنا، وہ ہم کو کرے، ہم اس کو کریں، یہ تو اسی ہے، ورنہ یکطرفہ ہوجاتا کہ بس تم کہتے رہو اور دوسرا بیچارہ بس سننے پر مجبور ہے، اور تم کہنے والے ہو اور وہ سننے والا ہے، ایسا کبھی نہیں ہوگا، تمہیں بھی سننا پڑیگا، کبھی کہنا پڑے گا، کبھی دوسرا آدمی تمہاری اصلاح کرے گا، تم کوٹوکے گا، تم یہ نہ سمجھو کہ ہر چیز سے بالکل مستغنی ہو، کوئی تم کو ٹوک نہیں سکتا، یہ تو تو اسی ہے کہ ایک دوسرے کو اچھی بات بتائیے، اچھی بات کی تلقین کیجئے، نیکی کی تلقین کیجئے، اور کہیں کوئی غلط بات ہورہی ہے تو کہئے کہ بھئی کیا کرتے ہو؟ یہ بہت بری بات ہے، اور آپکو کہے گا جب آپ کی کوئی غلط بات دیکھے گا۔

اور سچی بات یہ ہے کہ اگر یہ آپس میں ایک دوسرے کو سمجھانے اور کہنے سننے کی بات نہ ہو تو انسانی معاشرہ درست نہیں رہ سکتا، یہ تھوڑے ہی ہوتا ہے کہ جو شخص جو کچھ کررہا ہے کرتا جائے، کوئی اس کو ٹوکے نہیں، کوئی ٹوکنے والا نہ ہو، تو کیا ہوگا؟ خندق میں گرادے گا، اس طرح سے ہر ایک دوسرے کو ٹوکے کہ دیکھو، تم غلط راستہ پر جارہے ہو، تم غلط کررہے ہو، تو آپس میں ایک دوسرے کو ٹوکنا، ایک دوسرے کو تلقین کرنا، آپس میں ایک دوسرے کو صحیح بات کی طرف متوجہ کرنا، پوری انسانیت کی فلاح اسی میں ہے، انسان کی یہی خوبی ہے، جانوروں میں یہ بات نہیں ہے۔ ایک جانور دوسرے جانور کو ٹوکتا نہیں ہے، مگر انسان میں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت رکھی ہے کہ اس میں شعور ہے، وہ سوچتا اور سمجھتا ہے، جب وہ غلط بات دیکھتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ غلط بات ہورہی ہے، اگر وہ خاموش صرف دیکھا کرے اور غلط بات ہوتی رہے تو کیا ہوگا؟ بگاڑ اس نتیجہ تک پہونچ جائے گا جس میں سب تباہ ہوں گے، جیسے حدیث شریف میں کشتی کی مثال آئی ہے کہ حضور پاک ﷺ نے کشتی کی مثال دی کہ کشتی میں کئی طبقے ہیں، نیچے کا طبقہ، اوپر کا طبقہ، اس پر لوگ سوار ہیں، دریا کا سفر ہے، اور پینے کا پانی اوپر کی منزل پر جاکر وہاں سے ڈول ڈال کر پانی لینا پڑتا ہے، نیچے والوں کو پانی کی ضرورت پڑتی ہے تو اوپر جاکر پانی لاتے ہیں تو اب وہ اوپر والے نیچے والوں کو اگر یہ کہیں کہ تم ہمیں پریشان کرتے ہو، ہر وقت ہمارے علاقہ میں،

ہمارے حصہ میں آتے ہو، اور پانی گراتے ہو، ہم پر چھینٹیں پڑتی ہیں، تو وہ کہیں کہ اچھا بھائی ہم نیچے ہی سے پانی لے لیں گے، ہم وہاں سوراخ کر کے پانی لے لیں گے، تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ سوراخ کرنے سے کشتی ڈوبے گی، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر اوپر والے ان کو پانی لینے نہیں دیتے اور ان کو ٹوکتے ہیں، اور ان کو کہتے ہیں کہ ہم تم کو نہیں آنے دیں گے اور وہ سوراخ کر لیتے ہیں تو سوراخ کرنے سے جب کشتی ڈوبے گی تو صرف نیچے والے ہی نہیں ڈوبیں گے بلکہ اوپر والے بھی ڈوبیں گے۔ جنہوں نے سوراخ کیا وہ بھی ڈوبیں گے، اور جنہوں نے سوراخ کرنے دیا وہ بھی ڈوبیں گے، تو اگر انسان یہ کرے کہ جس کے جو جی میں آئے کرے، کوئی ٹوکنے والا نہیں تو پوری انسانیت ڈوبے گی۔

آج یورپ میں کیا ہو رہا ہے؟، امریکہ میں کیا ہو رہا ہے؟، آپ اعداد و شمار دیکھتے تو وہاں کا بگاڑ دیکھ کر کانپ جائیں گے، لیکن ان کے یہاں یہ اصول ہے کہ کوئی کسی کو ٹوک نہیں سکتا، حتی کہ یہ طے ہو گیا ہے کہ ماں باپ اپنے بچے پر سختی نہیں کر سکتے، قانوناً منع ہے۔ وہاں ایک ٹیلیفون نمبر ہے جو سب کو بتا دیا جاتا ہے کہ اگر ماں باپ کسی بچے پر سختی کریں، فہمائش کریں تو بچہ اس ٹیلیفون نمبر پر اطلاع کر دے، وہاں سے فلائنگ اسکواڈ آجائے گا، اور ماں ہو، باپ ہو، جس کی سختی کی شکایت ہوگی اس کو پکڑ کر لے جائے گا۔ اب وہاں پولیس چوکی پر جا کر اس کو بیان دینا پڑے گا، اور اس کو سزا ہوگی۔ نتیجہ کیا ہے؟ وہاں کی سوسائٹی کے اعداد و شمار دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہاں کس قدر انسانیت سوز حرکتیں ہونے لگی ہیں، اور اندر سے کتنی خرابی پیدا ہو گئی ہے، تو نہ ٹوکنا انسان کا کام نہیں ہے، یہ جانوروں کا کام ہے، اور ٹوکنا انسان کا کام ہے، غلط بات کو دیکھ کر ٹوکے اور کہے کہ دیکھو یہ غلط ہو رہا ہے، اس میں نقصان صرف تمہارا ہی نہیں ہے، ہمارا بھی نقصان ہے، تمہارے اس عمل سے جو خرابی پیدا ہوگی تو اس سے ہم کو بھی تو سابقہ پڑے گا، تمہاری حرکت سے شہر یا محلے یا ملک کے اندر کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے تو اس کا نقصان سب ہی کو ہوگا، تم کو بھی ہوگا، ہم کو بھی ہوگا، اس لئے ہم تم کو یہ غلط کام نہیں کرنے دیں گے، یہ سب کے لئے نقصان دہ ہے، تو یہ مومن کی صفت بتائی گئی ہے کہ مومن صرف خود ہی اچھا کام نہیں کرتا، بلکہ خود تو اچھا کام کرتا ہی ہے، اسی کے ساتھ وہ دوسرے کو بھی اچھا کام کرنے کی تلقین کرتا ہے، اور اسی میں اس کی عافیت اور فلاح ہے۔

فرمایا کہ انسان خسارہ میں ہے، یعنی واقعی اگر تواصی بالحق چھوڑ دیا جائے کہ اچھی بات کی تلقین نہ کی جائے تو آپ دیکھئے کہ یہ دنیا بگاڑ کی آخری حد پر پہونچ جائے گی، ہم جانور ہو جائیں گے، جو جانور چاہے جس جانور پر چڑھ جائے، اور شیر جس کو چاہے کھا جائے، کوئی کہنے والا نہیں ہے، تو انسان کی فلاح اسی میں ہے کہ ایک دوسرے کو ٹوکے، غلط بات نہ ہونے دے، یہی نہیں کہ صرف ہم غلط بات نہیں کرتے، دوسرا بھی تو غلط بات کرتا ہے، ہم جھوٹ نہ بولیں بہت اچھا ہے، لیکن اگر دوسرا جھوٹ بولتا ہے تو ہم اگر اس کو جھوٹ بولنے دیں گے تو وہ ہم کو بھی تباہ کرے گا اور خود بھی تباہ ہوگا، چوری ہم نہ کریں بہت عمدہ بات ہے، لیکن اگر دوسرا چوری کرتا ہے اور اس کو ہم چوری سے روکتے نہیں تو کس کا نقصان ہوگا؟، ہمارا ہی نقصان ہوگا، تو انسانی زندگی کی فلاح و بقاء اور اس کی حفاظت اسی بات میں ہے کہ ہم ایک دوسرے کو ٹوکیں، یہ غلط بات ہے کہ سب کو بالکل چھوٹ مل جائے، جو چاہے کرو، کوئی منع کرنے والا نہیں، کوئی ٹوکنے والا نہیں، اور سچی بات یہ ہے کہ انسان کی فلاح اور تباہی اسی ایک بات ٹوکنے اور نہ ٹوکنے میں مضمر ہے۔ اگر صرف اتنی بات کہی جائے کہ تواصی بالحق میں تمہاری فلاح ہے، تواصی بالحق نہیں کرو گے تو تمہاری تباہی ہے تو ایک حد تک بات اسی میں کہی جا سکتی ہے۔

کیونکہ اگر انسانوں میں یہ بات نہ ہو کہ ایک دوسرے کو ٹوکتے ہیں اور غلط بات کو چاہتے ہیں کہ نہ ہو اور اس میں رکاوٹ ڈالتے ہیں، منع کرتے ہیں تو انسان صحیح راستہ پر رہ ہی نہیں سکتا۔ انسان کا نفس، انسان کی خواہشات، انسان کی چاہ، معلوم نہیں اس سے کیا کیا کرا لے گی، اس لئے کہ کوئی منع کرنے والا نہیں ہے، سچی بات یہ ہے کہ سماج کے دباؤ سے ہماری سوسائٹیاں محفوظ ہیں، کیونکہ آدمی بہت سے کام اس لئے نہیں کرتا کہ لوگ اسے برا سمجھیں گے اور لوگ کرنے نہیں دیں گے، ورنہ آدمی جو چاہے کرے، اور بالکل ننگا ہو جائے، لہٰذا معلوم ہونا چاہئے کہ انسان کی فلاح و بہبود تواصی بالحق میں ہے۔ فرمایا: پہلی بات تو یہ کہ اللہ واحد پر اور اس کی چیزوں پر ایمان لائے، اللہ واحد پر ایمان کہ اللہ ایک ہے، سب کا مالک ہے، سب کا خالق ہے، اور متصرف ہے، اس کے قبضے میں سب کچھ ہے، جو کچھ ہوتا ہے اس کے اختیار سے ہوتا ہے، کوئی چیز اس کے اختیار سے باہر نہیں ہے، اس کے انبیاء پر یقین، اس کی کتابوں پر یقین، اس کے فرشتوں پر یقین، اور تقدیر پر یقین کہ اللہ تعالیٰ تقدیر کا مالک ہے، اور دوسرے یہ کہ اچھے کام کرنے ہیں، اور تیسرے آپس میں روک ٹوک کہ دنیا کو ہم خراب نہیں ہونے دیں گے، دنیا کو غلط راستہ پر جانے نہیں دیں گے۔ اسی دنیا میں ہم رہتے ہیں، اگر تم اسے خراب کرو گے تو ہمارے لئے بھی مصیبت ہوگی۔

اور چوتھی بات یہ کہ جب ہم اس طرح کی زندگی اختیار کریں گے تو ظاہر ہے دشمنیاں بھی ہوں گی، بھئی دوسرے کو ہم اس کی خواہش سے روکتے ہیں، منع کرتے ہیں تو اس کو اندر سے غصہ تو آئے گا، اور وہ کہے گا کہ یہ خوامخواہ ہمیں ٹوکتا رہتا ہے، قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں یہی آتا ہے کہ وہ لوگ خفا ہوتے تھے کہ آپ کون ہوتے ہیں ہماری باتوں میں دخل دینے والے؟ آپ کون ہوتے ہیں ہم کو روکنے والے؟ ہم جو چاہیں گے کریں گے، آپ آسمان سے اترے ہیں، آپ کیوں ہم کو نصیحت کرتے ہیں؟ قرآن کریم میں

جگہ جگہ قوموں کے تذکرے ہیں جنہوں نے اپنے انبیائے کرام سے دشمنیاں کیں، یہاں تک کہ ان کو قتل کرنے کے درپے ہوئے، بعضوں کو قتل بھی کیا، آروں سے ان کا جسم چیر دیا، سولی پر چڑھا دیا، اور طرح طرح کی انہیں ایذائیں اور تکلیفیں دیں، حالانکہ انبیاء حضرات نہ کسی کا مال کھا رہے تھے، نہ کسی کی جائداد پر قبضہ کر رہے تھے، نہ کسی کو گالی دے رہے تھے، نہ کسی کو نقصان پہونچا رہے تھے، وہ تو ان کو دین دنیا کی بھلائی کا راستہ دکھا رہے تھے، ان کو اچھی باتوں کی تلقین کر رہے تھے کہ بھئی دیکھو! یہ بری زندگی تم ترک کر دو، چوری ڈکیتی چھوڑ دو، جھوٹ و فریب اور دھوکہ دہی چھوڑ دو، یہی تو کہتے تھے، اور وہ لوگ اس کو برداشت نہیں کر رہے تھے، ان کی جان کے درپے ہو جاتے تھے۔ یہی انسان کا مزاج ہے کہ اس کی چاہ، اس کی پسند کے خلاف آپ بات کہئے تو اس کو ناگواری ہوگی، مثلاً جھوٹ بول رہا ہے، آپ اس سے کہئے کہ جھوٹ بولتے ہو؟ اس کو ناگواری ہوگی، اور وہ کہے گا کہ آپ کون ہوتے ہیں ہمارے معاملہ میں دخل دینے والے؟۔

تو یہ بات تو طے ہے کہ جب آپ اچھے اعمال اختیار کریں گے اور دوسروں کو بھی ٹوکیں گے اور نصیحت کریں گے تو آپ کو پریشانی ہوگی، اور دوسروں کی ناگواری سے سابقہ پڑے گا، اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ غصہ میں آکر انتقام لینے لگیں، اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کی کوشش بجائے بنانے کے بگاڑنے کی ہوگی، بجائے اس کے کہ دوسرے کی اصلاح ہو اور خیر کا کام ہو آپس میں مار پیٹ ہوگی، وہ آپ کو مارے گا آپ اس کو مارئیے۔ پھر کیا ہوگا کہ پوری سوسائٹی ایک دنگل اور اکھاڑہ بن جائے گی، ایک دوسرے سے دشمنی، ایک دوسرے سے مار پیٹ، اس میں تو آپ کو ہی برداشت کرنا پڑے گا، دوسرا آپ کو اور آپ کی باتوں پر لعن طعن کرتا ہے تو کرنے دیجئے، دوسرا آپ پر ناراض ہو رہا ہے تو ہونے دیجئے، آپ غصہ کو پی جائیے، آپ تو اچھا کام کر رہے ہیں، اور یہی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے کیا، حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی، ایسی ایسی دشمنی ان کے ساتھ کی گئی گویا کہ ان کی جان لے لیں گے، لیکن وہ برداشت کرتے رہے، اور وہی نہیں بلکہ سارے انبیاء کو کہا گیا کہ برداشت کرو، صبر کرو، جب تم اچھا کام کر رہے ہو تو پھر اس میں اتنی تکلیف اور کرنی پڑے گی، اچھا کام کرنے کے لئے اور دوسرے کی اصلاح کے لئے کچھ نہ کچھ تکلیف تو برداشت کرنی ہی ہوگی۔

لہٰذا اس کے لئے بھی تیار رہو کہ صرف یہی نہیں کہ برداشت کرو، بلکہ ایک دوسرے کو اس کی تلقین بھی کرو کہ بھائی! اچھا کام کرنے میں تو یہ ہوتا ہی ہے، ناراض مت ہو، ایک شخص کہتا ہے کہ بھئی دیکھئے ہم تو ان کو اچھی بات کہہ رہے ہیں اور یہ ہم پر ناراض ہو رہے ہیں تو آپ اس کو سمجھائیے کہ بھائی ٹھیک ہے، آپ برداشت کر لیں، جانے دیں، درگذر کریں۔ تو دوسرے کو اس بات کی بھی تلقین کرو کہ اصلاح میں اور اچھے کام کے لئے تمہیں تکلیف ہوتی ہے، اچھے کام میں پریشانی ہوتی ہے تو اس کو برداشت کر لو، اس لئے کہ اس کا اجر تمہیں آخرت میں ملے گا، اللہ تعالیٰ دے گا، اور اگر تم برداشت نہیں کرو گے تو تم وہ کام نہیں کر سکتے۔ تم دوسرے کی خیر کا اور دوسرے کو صحیح راستے پر لگانے کا کام نہیں کر سکتے۔ تمہارا کام رک جائے گا۔ کام تو اسی وقت ہوگا کہ تمہیں جھیلنا پڑے گا، تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔

غرض چوتھی بات یہ ہے کہ اس راہ میں جب تمہیں پریشانی پیش آئے تو اس وقت تم صبر کرو، اور دوسرے کو بھی صبر کی تلقین کرو، دوسرا بھی اگر شکایت کر رہا ہے کہ ہم یہ اصلاح کا کام کر رہے ہیں اور یہ ناراض ہو رہے ہیں تو آپ اس کو سمجھائیے کہ بھائی ٹھیک ہے، ہم تو ان کو اچھی بات کہہ رہے ہیں اور یہ ہم پر ناراض ہو رہے ہیں تو ان کو بھی کہو کہ صبر کرو، اپنا فرض انجام دو، انتقام لو گے تو تمہارا کام بگڑ جائے گا، اسی لئے اسلام میں ہے ﴿ لا إكراه في الدين ﴾ (دین کے معاملہ میں کسی طرح کی زور زبردستی نہیں ہے) (سورہ بقرہ: ۲۵۶) یعنی ہم کسی کا مذہب بدلنے کے لئے اس پر زور زبردستی نہیں کر سکتے، یہ منع ہے، زبردستی ہم کسی کا مذہب نہیں بدلوا سکتے۔ اس لئے کہ اسلام میں اس طرح کی زبردستی صحیح نہیں ہے، اس کو سمجھاؤ، اس کو نرمی اور اخلاق کے ساتھ سمجھاؤ، کہ بھئی دیکھو تم غلط راستہ پر جا رہے ہو، اس سے تمہیں نقصان ہوگا، آخرت میں تمہاری پکڑ ہوگی، اور اگر وہ ناراض ہوتا ہے تو اس کے ناراض ہونے کو برداشت کرو، اس پر جبر نہ کرو، سختی نہ کرو، تاکہ وہ اپنے اختیار سے اچھا کام کرے، اگر وہ اپنے اختیار سے اچھا کام نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا بدلہ پائے گا۔ اگر مجبور کر کے اچھا کام کرانا ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود ہی کرا سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے جب کسی کو مجبور نہیں کیا تو دعوت کا کام کرنے والے اور نصیحت کرنے والے کیوں مجبور کرتے ہیں؟ مجبور نہیں کرنا چاہئے۔ سمجھانا چاہئے، اور اخلاق سے کہنا چاہئے۔ اور پھر اگر دوسرا شیر ہو جاتا ہے، حملہ کرتا ہے، وہ ناراض ہوتا ہے تو اس کو جھیلنا چاہئے اور برداشت کرنا چاہئے۔

یہ ہے کامیابی کی دلیل جو اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بہت مؤکد انداز میں اور بڑی اہمیت سے بیان فرمائی ہے۔ جو لوگ ایسا نہیں کرتے، اور اپنے کو ان مذکورہ صفات سے متصف نہیں کرتے حقیقت میں ان کی زندگی کامیاب زندگی نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اسی زندگی کے ساتھ ختم ہو جائے گا، اور آگے کچھ نہیں ملے گا۔ یعنی آگے آخرت میں ان کی بداعمالیوں کا ان کو بدلہ ملے گا، ان کا نقصان ہوگا اور خسارہ ہوگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان خسارہ میں ہے اگر یہ چیزیں اس میں نہیں ہیں۔ یعنی یہی چیزیں ہیں جن سے انسان کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان صفات سے متصف فرمائے اور دین و دنیا دونوں کی کامیابی اور بھلائی سے سرفراز فرمائے، اور خسارہ اور نقصان سے محفوظ فرمائے۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

☆☆☆

کیا مہذب دنیا تاریک دور کی طرف واپس جارہی ہے؟

عربی تحریر: مولانا سید محمد واضح رشید ندوی

دنیا کی تاریخ میں قرون وسطی (Midle Ages) کو انحطاط وزوال ، وحشت وبربریت، مذہبی وملی تعصب ، جہالت وگمراہی ،فقروتہاجی اور محرومی ودرماندگی کی علامت اور عنوان سمجھا جاتا ہے، یہ وہ دور تھا جب فرمانروائے وقت مطلق العنان اور سفید وسیاہ کے مالک ہوا کرتے تھے ، ہر طاقتور اور زوردست کمزور وزیردست کا استحصال اور اس پر اپنی حکومت وسیادت کو مسلط کرنا اپنا حق سمجھتا ،اپنی طاقت اور اقتدار کے آگے اس کی سجدہ ریزی کو ازلی حق سمجھتا تھا، اس ذہنیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان صدیوں میں خوں ریز جنگ وجدل کے بڑے خوفناک مہیب وبے رحم شعلوں نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، کتنے بے گناہ اور معصوم افراد کے خلاف الزام تراشی کی گئی اور ان کو دفاع کا ادنیٰ حق دئے بغیر بڑی بے دردی سے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا، تاریخ کا یہی وہ طویل اور تاریک ترین دور ہے جب یورپ ان حکمرانوں کے ظلم وجبر اور انتہا پسندی، اور دینی رہنماؤں کی وحشت وبربریت کا شکار ہوا اور اس پر جنگلوں کا قہر ٹوٹا۔

یہ جنگیں دین ومذہب ، قومی رنگ ونسل اور سیادت وقیادت کے جھنڈے تلے لڑی گئیں، پھر جب یورپ نے علمی ترقی وعروج کے دور میں قدم رکھا، اپنی اندرونی مشکلات کا حل تلاش کرکے ان پر قابو پالیا تو یورپ کا مزاج طالع آزما استعمار میں تبدیل ہوگیا اس نے کمزور قوموں کو مختلف حربوں اور ہتھکنڈوں کا استعمال کرکے کبھی گمراہی دہشت پرستی کے نام پر تو کبھی کسی ملک پر عارضی حکومت کا اختیار حاصل کرکے ان ملکوں اور قوموں کو زیر نگیں کرنا شروع کیا، جو قومیں مغربی استعمار کی سازشوں کا شکار ہوئیں یورپ نے اس کا بری طرح استحصال کیا، ان قوموں کی تاریخ، تہذیب وثقافت، عقائد ومقدسات کو مسخ کیا اور یورپ نواز مورخین نے ان قوموں کی ایسی نئی تاریخ پیش کی جس میں ان کے جذبات کی توہین وتحقیر کی گئی، اوران کے کارناموں پر خط مسخ پھیر دیا گیا۔

پھر تاریخ نے ایک کروٹ لی، کمزور وغلام قومیں طویل مزاحمت کے بعد آزاد ہوئیں، دوسری طرف دو عالمی جنگوں نے سامراجی ممالک کے کس بل ڈھیلے کردئے ،نوآزاد قوموں نے اپنی حکومتیں قائم کیں اسکے بعد عہد ومعاہدوں (Confederacy) کا دور شروع ہوا، تو ان آزاد ممالک نے اپنا سیاسی محاذ اور گروپ بنالیا، مقصد یہ تھا کہ سپر پاور طاقتوں اور حکومتوں کی طرف سے ہر قسم کے چیلنجوں اور خطرات کا متحد ہوکر مقابلہ کیا جائے ان قوموں کی حکومتوں کے تحفظ کے لئے معاہدے کئے گئے، ان معاہدوں کا مقصد یہ تھا کہ جن نوآزاد ممالک نے اقوام متحدہ کی رکنیت حاصل کرلی ہے ان کی بقا وسلامتی کو یقینی بنایا جائے ،کوئی ملک کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو دوسرے ملک کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرے، حقوق انسانی (Human Rights) کے دستاویزات تیار کئے گئے جس میں دین ومذہب کی آزادی ، اقتدار وملکیت (Possession) کی آزادی کی ضمانت دی گئی اور رنگ ونسل ، دین ومذہب کی بنیاد پر تفریق کو مذموم قرار دیا گیا، اس طرح جن ممالک نے اس معاہدہ پر دستخط کئے تھے ،گویا انہوں نے ایک پرامن بقائے باہم اور مشکلات کو اسلحہ اور قوت کے استعمال کے بغیر حل کرنے پر مفاہمت کرلی ، ان معاہدوں میں اس کی بھی صراحت تھی کہ ملزم کو اپنے دفاع کا پورا حق دیا جائے گا اور کسی بھی انسان کو عدالتی اور قانونی چارہ جوئی کے بغیر طویل عرصہ کے لئے محبوس نہیں کیا جائے گا۔

ان حقوق کے تحفظ کے لئے مختلف ایجنسیاں، تنظیمیں اور تحریکیں جیسے حقوق انسانی ایسوسی ایشن (Human Rights Association) ایمنسٹی انٹرنیشنل (Amnesty International) سرگرم عمل ہوگئیں، تہذیبی وثقافتی سرمایہ کی حفاظت کے لئے یونیسکو تنظیم (Unesco) وجود میں آئی، بچوں کے حقوق، اور حقوق نسواں سے لے کر حقوق حیوان تک کے نعرے لگائے گئے ،صرف چرند وپرند ہی نہیں ، پھاڑ کھانے والے درندوں تک کی حفاظت کا بیڑہ اُٹھایا گیا، کتے اور بلیوں کے ساتھ ناروا سلوک پر سزائیں مقرر کی گئیں، بعض ممالک میں جانوروں پر طبی تجربات پر پابندی لگائی گئی، یہ تھے یورپین تہذیب وتمدن کی فتوحات جن پر تہذیب کے معماروں کو ناز تھا، جدید تہذیب کے ان الطاف وعنایات سے نہ صرف خشکی پر بسنے والے انسان فیض یاب ہوئے بلکہ جنگل، صحراء، اور دریا بھی ان کے شرمندۂ احسان ہوئے۔

یورپی تہذیب کی اصلاحات تین ستونوں پر قائم تھی ، آزادی ، نرمی ، اور خوشحالی ، جہاں تک آزادی کا تعلق تھا تو اس تہذیب کی آزادی کا تصور اتنا وسیع اور ہمہ گیر تھا کہ وہ زندگی کے تمام تر شعبوں پر حاوی تھا، اس تہذیب نے ہر اس اقدام کو سراہا اور ستائش کی نظر سے دیکھا جو آزادی کی اس منزل تک راہ ہموار کردے جہاں پہونچ کر مسلمات، محکم نظریات وافکار حتی کہ عقائد بھی

بے دست وپا ہوجائیں۔

اس بے لگام آزادی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس تہذیب کے بنائے ہوئے اصول وقوانین میں تضاد اور ٹکراؤ نظر آنے لگا، چنانچہ اگر کسی شخصیت ، یا کسی عقیدہ یا کسی فکر پر حملہ کیا جاتا اور اس فکر کا نمائندہ ، یا اس عقیدہ کا حامل یا اس شخصیت کا پیرو اس پر احتجاج کرتا اور دفاع کے لئے کھڑا ہوتا تو اس کا یہ احتجاج اور حق دفاع کا استعمال آزادی رائے کے خلاف سمجھا جاتا اس لئے کہ آزادی رائے تو انسان کا موروثی حق ہے اس کی زبان جو چاہے اُگلے ،اس کا قلم جو چاہے لکھے لیکن دوسری طرف یورپ یہ راگ الاپنے سے بھی نہ تھکتا کہ کسی شخص کو دفاع کے حق سے محروم کرنا یا قانونی چارہ جوئی کے بغیر کسی کو قید وبند کی سزا دینا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

بہر حال دنیا نے کسی طرح قرون وسطی کو خیر باد کہا اس دور کا استقبال کیا جس میں آزادی ہی آزادی تھی ، انسان وانسانیت کا احترام تھا، تہذیبی شناخت واقتدار کے بقا کی ضمانت تھی ، بین المملکی حکومتوں کو تحفظ حاصل تھا، اندرونی معاملات میں کسی کو کسی طرح کی دخل اندازی کی اجازت نہیں تھی، اِن آزادیوں اور حکومتوں کی حفاظت ونگرانی کے لئے تنظیمیں قائم تھیں چنانچہ چھوٹے چھوٹے ممالک نے اپنی حکومتوں کی بسلامتی کو یقینی بنانے کے لئے بڑے ممالک کی حمایت حاصل کی۔ یہاں تک کہ اقوام متحدہ کے ان رکن ممالک کی تعداد جن کی اپنی فوج تھی، اپنی سرحدیں تھیں اپنا مذہب اور خاص معاشرتی فلسفہ تھا، ان کی تعداد ۱۹۴ تک پہونچ گئی۔

بلاشبہ اقوام متحدہ نے ماضی میں ان حکومتوں کی سلامتی وبقا میں اہم کردار ادا کیا، جب بھی کسی کے طالع آزمائی کی کوشش کی یا ہوس ملک گیری کی وجہ سے کشمکش کی صورت پیدا ہوئی ، یا کسی ملک کی سلامتی اور اس کی تہذیب وثقافت کو کوئی خطرہ درپیش ہوا تو اقوام متحدہ نے اس کے تدارک کی فوری تدبیر کی ، اور شرپسندوں کی شر پسندی سے ملک کو جو نقصان پہونچا اس کی تلافی کی ، کتنی حکومتیں ایسی ہیں جو اقوام متحدہ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ کوئی حکومت کسی ملک یا شہر کے نقشہ کو تبدیل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی ، یا اس کی قومی شناخت اور تہذیبی سرمایہ کو مٹا نہ سکی ، بہت سے آثار قدیمہ محض اقوام متحدہ کی کوششوں سے قصۂ پارینہ بننے سے محفوظ رہ گئے ، اسی پس منظر میں ہنگامی سلامتی کونسل قائم کی گئی اور طاقتور ممالک کو من مانی سے روکنے کے لئے اقوام متحدہ نے بڑے رکن ممالک کو ویٹو کا حق (Right of vito) تفویض کیا۔

ان تمام سرگرمیوں سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ دنیا تمام ممالک کے تعاون سے باہمی ضمانت وہمکاری وہم آہنگی کے جذبہ کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن رہے گی اور جدید تہذیب کے معماروں کا ایسی دنیا کی تخلیق کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا جس میں چین وسکون کی بانسری بجے ،عزت وشرافت کی حکومت ہو، ہر انسان آزادی وخوشحالی اور خوش بختی محسوس کرے ، لیکن کیا یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوسکا؟

اچانک جدید عالمی نظام یا گلوبلائزیشن کا انقلاب آیا جس کا ظاہری مقصد یہ تھا کہ سسکتی بلکتی دنیا کو قرار ، اور راحت وسکون فراہم کیا جائے ، ترقی پذیر ممالک کی کوششوں اور تعاون سے کمزوریوں کا حل اور امراض کا علاج تلاش کیا جائے ، لیکن ہوا اس کے برعکس ، اس کوشش میں ایسے حادثات پیش آئے جس نے دنیا کو خوش بختی سے بدبختی راحت وخوشحالی اور استقرار سے محرومی کے ڈگر پر ڈال دیا ،ان واقعات نے یہ ثابت کردیا کہ اس نظام کا مقصد آزادی دینا نہیں بلکہ ختم کرنا ہے ، اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ آزاد ممالک کو ایک ہی زنجیر میں جکڑ دیا جائے جیسا کہ امریکی صدر کے حالیہ بیان سے یہ خطرہ سامنے آگیا ہے اس میں کہا گیا ''امریکہ کی آزادیاں اور امریکہ کی جمہوریت نہیں رہ سکتیں جب تک کہ دوسری اقوام میں بھی یہی اقدار سربلند نہ ہوجائے''۔

جس وقت اس دنیا پر ایک ملک یا دو ملک ، طاقتور وسائل وذرائع کے مالک چند حلیف ممالک کی قیادت تھوپ دی گئی اسی وقت سے اس نے سامراجی دور کی طرف واپسی کا سفر شروع کردیا پھر دنیا سامراجی دور سے اور پیچھے قرون وسطی میں اس وقت پہونچ گئی جب اسکو رنگ ونسل ،قومی اور مذہبی تعصب کی بھٹی میں جھونک دیا گیا، معصوم اور بے گناہوں کے خون بہائے گئے ،معمولی معمولی باتوں پر جنگیں ہونے لگیں ، قوموں کی مذہبی آزادی، اقتدار اعلیٰ قومی شناخت اور تہذیب کی آزادی، حصول علم اور تلاش رزق کی آزادی سلب کی جانے لگی، دنیا پر ظالمانہ وجابرانہ قوانین نافذ کئے گئے ،سزا وجزا اور وحشت بربریت کے ایسے طریقے اپنائے گئے جن پر انسانیت کی جبیں عرق آلود ہوجائے ،خلوں کے محلے ،شہر کے شہر نذر آتش کردئے گئے ، کارخانے وانسانی آبادیاں مسمار کردی گئیں ، ظلم وبربریت کے اس خونی ڈرامہ میں نہ بچوں کے اسکول محفوظ رہے نہ شفاخانے ، خلاصہ یہ ہے کہ پوری دنیا پر ایک نیا عقیدہ ایک نئی تہذیب کو بزور طاقت مسلط کیا جارہا ہے اور اپنے مخالف کو تہ تیغ کیا جارہا ہے۔

آج اقوام متحدہ اپنا گذشتہ وقار اور قوت وتاثیر کھوچکا ہے ، آج اس کرۂ ارض پر کوئی ایک بھی ایسی طاقت موجود نہیں ہے جو ظالم کو ظلم سے باز رکھے اور مظلوم کی داد رسی کرے ، کیا یہ صورتحال قرون وسطی سے زیادہ خطرناک نہیں ؟ قرون وسطی میں تو کئی ایسی حکومتیں تھی جن میں کسی سے ٹکرانے کا دم خم تھا، ان سلطنتوں میں بہت سے ایسے افراد موجود تھے جو زندہ اور بیدار ضمیر رکھتے تھے۔

ایک انگریزی رسالہ میں کسی لکھنے والے نے خوب لکھا ہے کہ آج دنیا میں اگرچہ ۱۹۴ ممالک ہیں لیکن حقیقت یہ ہیکہ ملک تو بس ایک ہے باقی تمام ممالک

صوبوں یا شہر کی حیثیت رکھتے ہیں، The Times of India کے ایک مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ ''فرانس کو چھوڑ کر پوری دنیا میں صرف ایک ہی ملک حکومت کر رہا ہے اور وہ ہے امریکا مسئلہ آج صرف اسلامی دہشت گردی کا نہیں ہے بلکہ مسئلہ آج پوری انسانیت کی لاچاری و بے بسی کا ہے، اگر حالات کے رُخ کو نہ بدلا گیا تو اس کا خدشہ ہے کہ یہ دنیا دوبارہ سامراجی نظام کے گرفت میں آجائے''۔

برطانیہ سے شائع ہونے والا روزنامہ (Guardian) کی درج ذیل تحریر سے اس فکر کی تائید ہوتی ہے، روزنامہ تحریر کرتا ہے ''عراق کی جنگ میں مکر وفریب اور وحشت و بربریت کے جو نادر نمونے سامنے آئے ہیں وہ برطانوی شہنشاہیت کی ماضی قریب کی تاریخ کی عکاس ہیں، فلوجہ میں امریکی حملہ کے تعاون کے لئے دوبارہ برطانوی فوج کو بھیجا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا سامراجی عہد کی طرف واپسی کا سفر کر رہی ہے جب غاصبانہ قبضہ کے خلاف عوامی انقلاب کو طاقت وقوت کے بل پر خاتمہ کیا جاتا تھا''۔

خبروں کے مطابق عراق پر جو آخری حملہ کیا گیا ہے اس میں ایک لاکھ سے زیادہ افراد مارے گئے ہیں اس کے علاوہ افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، اسی کے ساتھ دوسرے ممالک کو نئی نئی دھمکیاں دی جارہی ہیں آزاد ممالک کی آزادی سلب کرنے کے نت نئے طریقے اختیار کئے جارہے ہیں، ان ممالک اور وہاں کے عوام کے مزاج کے برعکس سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی نظام نافذ کیا جارہا ہے، یہ تمام کارروائیاں قرون وسطی کی مطلق العنانی کو یاد دلانے کے لئے کافی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جنوبی کیلیفورنیا کے ''ایمریل'' یونیورسٹی کے ایک امریکی پروفیسر کا ایک بیان شائع ہوا ہے، اس بیان سے جہاں ایک طرف یورپ میں سوچنے سمجھنے اور غور وفکر کے انداز ومزاج کا پتہ لگتا ہے وہیں یہ بھی صاف محسوس ہوتا ہے کہ ان کا بیان صلیبی جنگوں کے دوران صلیبی رہنماؤں کے بیان سے ملتا جلتا ہے، انہوں نے کہا کہ ''دہشت گردی اسی صورت میں ختم ہوسکتی ہے جب اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا جائے''

اخباری رپورٹ کے مطابق انہوں نے مزید یہ بھی کہا کہ ''دہشت گردی کے خلاف جنگ کے خاتمہ کا واحد حل تمام مسلمانوں کا قتل ہے''

اس بیان کو پڑھیے اور اسرائیلی رہنماؤں کے ان بیانات کو پڑھیے جو انہوں نے اسلامی دہشت گردی کے خلاف جنگی کاروائیوں اور نسل کشی سے متعلق دیئے ہیں تو آپ کو صاف محسوس ہوگا کہ یہ قرون وسطی کے رہنماؤں اور حکمرانوں کے بیانات سے زیادہ خطرناک ہیں، آج دنیا کے مختلف قید خانوں میں قیدیوں کے ساتھ جو غیر انسانی سلوک کیا جارہا ہے قرون وسطی کی وحشت وبربریت بھی اس کے سامنے ہیچ ہے۔

یہ صورتحال اس بات کی طرف کھلا اشارہ کر رہی ہے کہ یورپ آج امریکا کی قیادت میں قرون وسطی کی طرف واپسی کا سفر طے کر رہا ہے مثل مشہور ہے ''جیسا بادشاہ ویسی ہی رعیت'' چنانچہ اس استحصالی سیاست اور مخفی مذہبی تعصب کا اثر دنیا کے مختلف گوشوں میں بڑھ رہا ہے، اس کی تازہ مثال تھائی لینڈ میں ۸۷ مسلمانوں کی دم گھٹنے سے ہونے والی موت ہے، یہ حادثہ اس وقت پیش آیا جب جنوبی تھائی لینڈ میں چھ مسلمانوں کی گرفتاری پر مسلمانوں نے احتجاج کیا، مظاہرین پر کمانڈو فوج کی فائرنگ سے چھ افراد موقع پر ہلاک ہوگئے جب کہ سینکڑوں مسلمانوں کو گرفتار کر کے فوجی ٹرکوں میں بھیڑ بکری کی طرح ٹھونس دیا، چھ گھنٹے کی طویل مسافت کے بعد جب ان کو نکالا جانے لگا تو اس وقت تک ۸۷ افراد دم گھٹنے سے جاں بحق ہو چکے تھے۔

ایک اور مثال لے لیجئے، ترکی میں اگرچہ سیکولر اسلام دشمن نظام نافذ ہے لیکن یورپین ممالک نے یورپین اتحاد میں اس کی رکنیت کو صرف اس لئے نامنظور کر دیا کہ اس کا شمار اسلامی ممالک میں ہوتا ہے۔

کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ سیکولرازم اور فکری آزادی کے سارے دعوے کھوکھلے، جھوٹے اور بودے ہیں؟ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ مذہبی تعصب ومنافرت کا دور واپس آرہا ہے؟۔

بی، جے، پی، کے موجودہ صدر اور سابق نائب وزیر اعظم ووزیر داخلہ لال کرشن اڈوانی کا وہ بیان جو انہوں نے رانچی میں دیا تھا مذہبی منافرت کے دور کی واپسی کی کھلی دلیل ہے، انہوں نے کہا کہ ان کی پارٹی مذہبی پارٹی ہے، خدا نے اس کا انتخاب کیا ہے کہ وہ ملک کو مشکلات سے نکال کر ترقی وعروج عطا کرے، مسٹر کلیان سنگھ نے کہا کہ بابری مسجد کو کسی انسانی ہاتھ نے منہدم نہیں کیا بلکہ اس کا انہدام فیصلۂ خداوندی تھا، روزنامہ (The Indian Express) نے ان بیانات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ یہ وہی افکار وتصورات ہیں جو افکار قرون وسطی کے یورپ میں رائج تھے۔

افغانستان وعراق میں آج جس طرح مشنریاں پھیل رہی ہیں اور کام کر رہی ہیں، ٹینکوں اور توپوں پر صلیبی نشانات آویزاں کئے جارہے ہیں، اور جس طرح عیسائیت قبول کرنے پر لوگوں کو مجبور کیا جارہا ہے، جس طرح اسلامی تشخصات ونشانات کو مٹایا جارہا ہے اور اسلامی کاز کے لئے کسی بھی مالی امداد کے دروازہ کو جس طرح بند کیا جارہا ہے اس سے اس کے علاوہ اور کیا نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دنیا قرون وسطی کی طرف الٹا سفر کر رہی ہے۔

(ترجمہ: سلمان نسیم ندوی)

☆☆☆

ہم مسلمان!

عربی تحریر: استاذ علی طنطاویؒ
ترجمہ: مولانا محمد اجتباء ندوی

عالم عربی کے ممتاز اور منفرد ادیب وعالم شیخ علی الطنطاوی کی ایک تحریر کا ترجمہ مولانا محمد اجتباء ندوی کے قلم سے افادہ عام کی غرض سے پیش کیا جارہا ہے۔

ہمارے بارے میں ملک شام اور اس کے چمن زاروں سے پوچھو عراق اور اس کے زرخیز وشاداب باغات وزمینوں سے دریافت کرو اندلس اور اس کے گلستانوں ومرغزاروں، مصر اور اس کی وادیوں جزیرۂ عرب اور اس کی وسعتوں، دنیا اور دنیا والوں سے معلوم کرلو افریقہ اور اس کے میدانوں، نجم کی سرسبز مٹی، قفقاس کی بلند چوٹیوں گنگا کے کناروں، لوار کے ساحلوں، ڈینوب کی وادیوں سے پوچھ لو اور ''زمین'' کی ہر سرزمین، اور زیر آسمان بسنے والے ہر متنفس سے جان کاری لو ان سب کو ہماری جاں بازیوں، جوانمردیوں، قربانیوں، کارناموں، لائق ستائش وقابل فخر علم وفن کی خبر ہے، ہم مسلمان ہیں!

ہم مسلمان!

کیا شرافت وکامرانی کے باغیچوں کی ہمارے خون سے آبیاری نہیں ہوئی؟ کیا شجاعت وبہادری کے خیابانوں کو ہمارے شہیدوں نے آراستہ نہیں کیا؟ کیا دنیا نے ہم سے زیادہ فراخدل، بردبار، کرم گستر، ہم سے زیادہ نرم مزاج محبت وشفقت ورحم کرنے والا، اور ہم سے زیادہ اعلی برتر وعظیم ترقی یافتہ، علم دوست اور باخبر قوم کبھی کہیں، کسی کو دیکھا ہے!

ہمیں نے ہدایت نما، مشعل نور اور روشنی کا مینار ایستادہ کیا جب انسانی بستی جہالت وناخواندگی کی تاریکیوں اور گہرے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی، ہم نے اس زمین کے باسیوں سے کہا دیکھو راستہ یہ ہے!

ہمیں نے اس وقت عدل وانصاف قائم کیا جب کہ ہر قوم نے ظلم وسرکشی کا علم بلند کیا ہم نے علم ودانش کدے تعمیر کئے جب کہ لوگوں نے اسے شہر پناہ سے باہر کر دیا ہمیں نے سماجی برابری اور مساوات کا اعلان کیا جبکہ نوع انسانی اپنے بادشاہوں کے سامنے سجدہ ریز اور اپنے آقاؤں کو دیوتا بنالیا تھا۔

ہم نے ایمان کی حرارت سے دلوں میں زندگی دوڑادی، اور نور علم سے عقل کو روشن کیا، اور عالم انسانی کو آزادی وتہذیب، ترقی وکامرانی کی راہ دکھائی۔

ہم مسلمان!

ہمیں نے کوفہ، بصرہ، قاہرہ اور بغداد کی تعمیر کی ہمیں نے شام، عراق، مصر واندلس کی تہذیب کو جنم دیا، ہم ہیں جنہوں نے بیت الحکمۃ، مدرسہ نظامیہ، قرطبہ یونیورسٹی اور جامع ازہر قائم کئے ہم نے ہی مسجد اموی، گنبد صخرہ، سرمن رای (سامرہ) زہراء، حمراء، مسجد سلطان احمد اور تاج محل بنایا۔

ہمیں نے دنیا کے باشندوں کو علم آشنا کیا، ہم معلم تھے اور سارے لوگ طالب علم۔

ہم مسلمان!

ابوبکر، عمر، نورالدین، صلاح الدین اور اورنگ زیب ہماری ہی قوم کے افراد تھے خالد، طارق، قتیبہ، ابن قاسم اور ملک ظاہر ہمارے تھے۔

بخاری، طبری، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن حزم اور ابن خلدون ہمیں میں سے تھے غزالی، ابن رشد، ابن سینا اور رازی ہمارے ہی دانشور تھے، خلیل، جاحظ اور ابوحیان کا تعلق ہمیں سے تھا، ابوتمام، متنبی اور معری ہماری ہی امت کے ممتاز شاعر تھے، معبد، اسحاق واریاب بھی ہمیں سے وابستہ تھے۔

ہمارا ہر سربراہ وخلیفہ اعلی انسانی کردار کا مثالی نمونہ تھا ہر سپہ سالار اللہ کی تلواروں میں سے ایک برہنہ تلوار تھا ہر عالم، دنیائے انسانیت کے لئے جسم میں عقل کے مانند تھا ہمیں میں لاکھوں عظیم وبرتر انسان تھے۔

ہم مسلمان!

ہماری توانائی ہمارا ایمان تھا، ہماری عزت ہمارا دین تھا، اور ہمارا سہارا ہمارا پروردگار تھا ہمارا قانون ہمارا قرآن تھا، ہمارے امام ہمارے رسول ﷺ تھے اور ہمارا سربراہ خدا متکفل ذات تھا ہم ہی سے حقدار کمزور طاقتور تھا، اور ہمارا زور آور ہمارے کمزور کا مددگار تھا ہم سب باہم راہ خدا میں بھائی ہیں، اور دین کی نظر میں مساوی ہیں۔

ہم مسلمان!

ہم مسلمان ہیں!

کیا ہماری ہی امت میں اعلی مثالی انسان کی تصویر جلوہ گر نہیں ہوئی؟ کیا چشم تاریخ اور نگاہ کائنات نے ہمارے معاشرہ کے سوا کسی اور معاشرہ کو دیکھا جس نے پاکیزہ اخلاق، سچائی اور ایثار کی مثال پیش کی ہو؟

کیا صدر اسلام کے علاوہ بھی کہیں اور کبھی زندگی کی حقیقت، اصلاح پسندوں کی آرزو، فلسفیوں کے خواب شرمندہ تعبیر ہوئے؟

زخمی مسلمان آخری سانسیں لیتے ہوئے پانی کا ایک گھونٹ چاہتا ہے اس کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ دیا جاتا ہے اسی وقت اس کے کان میں ایک دوسرے زخمی کی آواز ٹکراتی ہے وہ اسے ترجیح دیتے ہوئے پانی اس کی طرف بڑھا دیتا ہے، اور خود پیاسا ہی موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے وہ بھی ایک دن تھا جب مسلمان عورت تو اس

کے شوہر، اس کے بھائی اور اسکے باپ کے شہید ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو اس کی زبان گویا ہوتی ہے: اللہ کے رسول کیسے ہیں؟ جواب ملتا ہے کہ وہ زندہ ہیں، تو کہتی ہے: اس خبر کے بعد تو ہر مصیبت کافور ہوگئی! وہ دن بھی یاد رکھنے کا ہے جب ایک بوڑھی عورت، عمر کو سرکاری پوزیشن میں منبر پر ٹوک دیتی ہے جبکہ عمر اس وقت آج کے ممالک میں سے گیارہ ملکوں کے حکمراں تھے۔

وہ دن بھی یاد کیجئے جب ہمارا ہر متنفس وہی پسند کرتا تھا جو اپنے بھائی کے لئے چاہتا تھا، اور اسے اپنے آپ پر ترجیح دیتا تھا خواہ اس کے پاس حقیری چیز ہو ہمارے جسم، روح، مادی ومعنوی شکلوں میں پاکیزہ ستھرے تھے ہم جو کچھ کرتے، یا ترک کرتے، یا اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے تو اللہ اور اس کے حکم کو پیش نظر رکھتے ہم نے اپنے نفس سے خواہشات کو اس طرح دور کردیا کہ ہمارا ہر کام قرآن کے مطابق ہوگیا تھا ہم نوع بشری کے چنندہ اور انسانیت کے منتخب تھے، ہم نے ان تمام آرزوں اور تمناؤں کو حقیقت کا روپ دیدیا تھا جنہیں فلسفیوں، دانشوروں اور اصلاح پسندوں نے خواب وسراب قرار دیدیا تھا۔

ہم مسلمان!

ہمارے فخر وستائش کے لئے سینکڑوں شاہنامہ اور الیاذہ نظم کئے جاسکتے ہیں پھر بھی وہ ہمارے کارناموں کے لئے ناکافی ہوں گے، کیونکہ نہ وہ گنے جاسکتے ہیں نہ شمار، ہماری فتوحات وکامرانیوں کو کون شمار کرسکتا ہے۔

علم وادب، فن وثقافت کی راہ میں ہماری خدمات کا احاطہ کون کرسکتا ہے کیا کوئی ہمارے دانشوروں، صف شکن سالاروں، جوانمردوں، عبقری ونابغہ شخصیتوں کو شمار کرسکے گا؟

صرف وہی ہمت کرسکتا ہے جو آسمان کے ستاروں کو گن چکا ہو، اور بطاح "کنکریلے میدان" کی کنکریوں کو شمار کرچکا ہو! (سیرت کے حواشی پر) ہزاروں کتاب لکھ لو، (تاریخ کے اوراق پر) اسی قدر تصنیفات کا ڈھیر لگادو! اور ہر عظیم شخصیت سے متعلق سو کتابیں یا قصیدے تیار کرڈالو سیرت وتاریخ باقی وتشنہ رہ جائیگی اسی طرح جیسے کوئی زمین اور محفوظ معدن وکان!

ہم مسلمان ہیں!

ہم ان قوموں جیسے نہیں ہیں جنہیں صرف زبان جوڑے رکھتی ہے، ہر قوم میں نیک وبد ہوتے ہیں ہم وہ امت بھی نہیں ہیں جن میں صرف خون کا رشتہ ہوتا ہے، ہر امت کے افراد اچھے اور برے ہوتے ہیں، ہم تو ایک عظیم الشان رفاہی انجمن ہیں، جس کے ارکان ہر قوم کے صالح، مہذب، پاکیزہ اور پرہیزگار افراد ہیں، اگر خون کا رشتہ ٹوٹ جائے تو ہمیں احتیاط وتقوی جوڑے رکھتا ہے، اگر زبانیں مختلف ہوئیں تو ہمیں عقیدہ متحد رکھتا ہے ہماری آبادیوں کے فاصلہ کو کعبہ شریف کم کرکے قریب کردیتا ہے۔

ہر روز کعبہ شریف کی جانب رخ کرنا، ہر سال عرفات میں ہمارا وقوف، اس کا واضح اشارہ ہے کہ اسلام ایک متحدہ قومیت ہے، جس کا مرکز حجاز عربی ہے اور اس کے امام وقائد نبی عربی (ﷺ) ہیں، اور اس کی کتاب عربی قرآن ہے۔

ہم مسلمان!

ہمارا دین بھرپور فضیلت وبھلائی، اور کھلا ہوا حق وانصاف ہے، نہ کوئی پردہ ہے نہ رکاوٹ، اور نہ کوئی راز ہے نہ بھید، یہ مینار کی طرح روشن وبلند ہے، کیا اس میں یہ معنی وحقیقت پائی نہیں جاتی؟ کیا دنیا میں کوئی جماعت یا مذہب ہے جس کے اصول روزانہ دس بار نشر کئے جاتے ہیں جس طرح کہ ہم مسلمانوں کے اصول مذہب دہرائے جاتے ہیں اور موذن بلند آواز سے پکارتے ہیں:۔

﴿اشهد ان لا اله الا الله واشهد أن محمدا رسول الله﴾

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"

ہم مسلمان!

ہم نہ تو ناتواں ہیں اور نہ غم زدہ، اس لئے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے ہم ہر دن تیس بار اس بابرکت وبلند تر صدا اور طاقتور ترانہ کو سنتے ہیں:۔

اللہ اکبر

بہادری اور اولوالعزمی ہماری فطرت ہے، ایثار وقربانی ہماری رگوں میں رواں دواں ہے۔

گردش زمانہ اسے کمزور نہیں کرسکتی، لیل ونہار کی تبدیلی ہمارے دلوں سے اسے مٹا نہیں سکتی۔

ہمارا جزیرہ (جزیرہ عرب) ہے جس کے ریت پر ہر طاغوت کا قدم پڑتے ہی بھن وجل جائیگا، مگر اس کے باشندہ اس کی شدت وتپش میں بھی فردوس بریں کا سا مزہ محسوس کرتے ہیں۔

ہمارے لئے ملک شام اور اس کے باغ جناں ہیں جنہیں ہم نے خون سے سینچا ہے اس کا بلند وبالا پہاڑ ہمارا محبوب وپسندیدہ ہے۔ عراق ہمارا ہے، (رمیثہ) ہماری آبادی ہے، دریائے فرات کی وادیاں ہم سے آباد ہیں۔

فلسطین میں (جبل نار) ہے اس سے بھی ہمارا ہی رشتہ ہے، ہمارا مصر جو علم وفن کا گہوارہ اور اسلام کا قلعہ ہے، پورا مغرب (شمالی افریقہ) ہمارا ہے، (الریف) بھی ہمیں سے تعلق رکھتا ہے وہ جانبازوں اور جوانمردوں کی آماجگاہ ہے۔

میناروں اور گنبدوں کا شہر قسطنطنیہ (استنبول) بھی ہمارا ہے، فارس وافغانستان، ہندوستان وجاوہ (انڈونیشیا) بھی ہمیں سے آباد ہیں ہر وہ زمین ہماری ہے جس میں قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے اور اس کے مینارے آذانوں سے گونج اٹھتے ہیں۔

آنے والی صبح ہماری ہے۔۔۔۔۔ مستقبل ہمارا ہے اگر ہم اپنے دین کی طرف لوٹ آئیں۔

☆☆☆

تعلیم کا مقصد اور ہمارا پرائمری نصاب

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی ندوی

مندرجہ ذیل مقالہ دارالعلوم میں منعقد ہونے والی اس نشست میں پیش کیا گیا تھا جس میں مکاتب شہر لکھنؤ کے اساتذہ شریک ہوئے تھے، مقصد یہ تھا کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کے بارے میں مختلف تجربات سے انہیں واقف کرایا جائے۔ اب افادہ عام کی غرض سے تعمیر حیات میں اسے پیش کیا جارہا ہے۔

تعلیم کے مقاصد

کچھ لوگوں نے تعلیم کے سات مقاصد بیان کئے ہیں۔

۱۔ سماج کا بے نفس خادم ہونا۔

۲۔ مملکت کا اچھا شہری بنانا۔

۳۔ شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو سنوارنا۔

۴۔ زندگی بسر کرنے کے لئے پورے طور سے تیاری کرنا۔

۵۔ انفرادیت کی نشوونما اور خودی کی تکمیل۔

۶۔ اخلاق اور سیرت وکردار کو سنوارنا۔

۷۔ صحت مند جسم میں صحت مند دل ودماغ پروان چڑھنا۔

کچھ دوسرے ماہرین کو بھی سماعت فرمائیں

۱۔ تعلیم کا مقصد پرخلوص نیکی کے ذریعہ شادمانی کا حصول ہے (ارسطو)

۲۔ تعلیم کا مقصد مثالی انسان کی تکمیل ہے (پین)

۳۔ تعلیم سے مراد مکمل انسان کی تربیت ہے (کامینین)

۴۔ تعلیم سے مراد ہے شعوری یا ارادی ارتقا (ڈیوڈسن)

۵۔ تعلیم ایک ہنر ہے جس سے ماہرین خصوصی نہیں بلکہ انسان بنائے جاتے ہیں۔ (مانٹین)

۶۔ سنگ مرمر کے ٹکڑے کے لئے جیسے اس کا تراشنا ہے ایسے ہی انسانی روح کے لئے تعلیم ہے۔ (ایڈیسن)

۷۔ تعلیم کا مقصد علم سے بھر دینا نہیں ہے بلکہ قوت کی تربیت کرنا ہے۔ (آرکٹ)

۸۔ تعلیم کا مقصد کھری، پرخلوص، بے عیب اور پاک وصاف زندگی بسر کرنے کے قابل بنانا ہے۔ (فردیل)

۹۔ تعلیم سے مراد تجربہ کی ازسرنو تشکیل ہے جس میں فرد کو اپنی قوتوں پر زیادہ تسلط پانے کے قابل بناتے ہوئے اس کے تجربہ میں وسعت پیدا کی جاتی ہے اور اسے سماجی لحاظ سے زیادہ مفید بنایا جاتا ہے۔ (ڈیوئی)

۱۰۔ عام طور سے انسانیت کا اعلیٰ ترین مقصد اخلاق تسلیم کیا جاتا ہے اور بنا بریں تعلیم کا بھی (ہربارٹ)

آپ نے تعلیم کے مقصد کے بارہ میں مختلف ماہرین کے مختلف اقوال ملاحظہ فرمائے، اگر آپ غور فرمائیں تو ان سارے اقوال میں ایک قدر مشترک پائیں گے وہ ہے تعلیم کا مقصد انسان کو ایک اچھا انسان بنانا۔

اب اچھے انسان کے معیار بھی الگ الگ ہیں، اس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں جس نے اچھے انسان کا جو معیار مقرر کیا اس نے اس کے مطابق تعلیم اپنائی۔

میں نے جن ماہرین کے یہ اقوال پیش کئے ان کی تفصیلات پڑھنے کا نہ تو موقع نکال سکا اور نہ ضرورت ہی سمجھی کہ ان کے بیان کردہ مقاصد کے حصول کے لئے کتنی تعلیم درکار ہے یعنی کس معیار کی تعلیم درکار ہے، اس تعلیم میں کیا کیا اور کیسے پڑھایا جائے انہوں نے ضرور بیان کیا ہوگا مگر میں اس سے نابلد ہوں، میں جب سرکاری اسکول میں پڑھتا تھا تو وہاں بھی تعلیم کا مقصد ایک اچھا شہری بنانا بتایا گیا تھا لیکن یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ایک اچھا شہری کتنی تعلیم کے بعد بن پاتا ہے، پرائمری، مڈل، ہائی اسکول، انٹر، بی اے، ایم اے، ڈاکٹریٹ آخر کتنی تعلیم کے بعد ایک اچھا شہری بن سکتا ہے یہ سوال میں نے اس لئے پیدا کیا کہ بہرحال تعلیم، تعلیم کے مقصد کو حاصل کرنے ہی کے لئے اپنائی جاتی ہے۔

اب میں دوسروں کے فلسفوں سے گریز کرتے ہوئے اپنے مقصد ومطلب کی طرف لوٹتا ہوں۔

ہمارے بزرگوں نے بھی تعلیم کے مراحل مقرر فرمائے ہیں: ابتدائیہ، متوسط، ثانویہ، عالیہ اور علیا وغیرہ۔ اس کے بعد بھی تکمیل وتربیت کے مراحل ہیں۔ اس کے بعد بھی ماہرین حضرات اصحاب علم کی صحبت اور ان سے استفادہ کا مشورہ دیتے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علم کے مقاصد کی تکمیل لحد تک جاری رہتی ہے۔

یہاں ہم کو متعین کرنا ہے کہ علم کے بنیادی مقاصد کیا ہیں۔ اس تعیین کے لئے ذرا توجہ فرمائیں

۱۔ ہم اس دنیا میں آئے ہیں ہم کو یہاں ایک متعینہ مدت گزارنا ہے۔

۲۔ ہم کو یہ دنیا چھوڑ کر اگلی دنیا میں حتمی طور پر جانا

ہے۔

لہٰذا ہماری تعلیم کے دو بنیادی مقاصد ہونے چاہئیں۔

۱۔اس دنیا میں امن وسکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

۲۔اگلی زندگی میں آرام وسکون سے رہ سکیں۔

تعلیم کے یہ دو مسلّمہ بنیادی مقاصد ہیں جن میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا۔

اس دنیا سے جانا تو ایسی حقیقت ہے کہ ایک بچہ کو بھی اس سلسلہ میں سمجھانے کی ضرورت نہیں پڑتی البتہ دوسری زندگی کا تعلق ہمارے ایمان سے ہے۔الحمدللہ ہم سب ایمان والے ہیں اس سلسلہ میں بھی کچھ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے اور ظاہر ہے ہم کو ایمان ملا ہے اللہ کے رسول ﷺ کے ذریعہ۔

اب بات واضح ہے تعلیم کے یہ دونوں مقاصد یعنی دونوں جہانوں میں سکون واطمینان کا حصول اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کو اپنانے میں ہے۔

پس ہماری تعلیم کا بنیادی مقصد اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات اپنا کر دنیا وآخرت سنوارنا ہے۔

ابتدائیہ میں ہمارا ہر طالب علم اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد الرسول اللہ کو سمجھ کر ان کے بنیادی تقاضوں کا علم وعمل حاصل کرلیتا ہے اور اپنی انفرادی زندگی میں تعلیم صحیح بنیادی مقصد حاصل کرلیتا ہے۔پھر متوسطہ اور ثانویہ میں قدرے تفصیلی علم حاصل کرتا ہے پھر عالیہ وعلیا سے فراغت کے بعد وہ متعلم سے معلم بن جاتا ہے اور اب دوسروں کو علم کے مقاصد سے سیراب کرتا ہے۔

اس وقت میں اپنے پرائمری درجات کے نصاب کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔یہ بات تو تسلیم ہے کہ ہمارا مقصد دنیا میں بھی پاک وطیب زندگی گزارنا ہے اور آخرت بھی سنوارنا ہے، اب آپ اپنے پرائمری درجات کے نصاب پر غور فرمائیں۔

لکھنا پڑھنا سیکھے بغیر ہم کو زندگی میں قدم قدم پر دشواریوں کا سامنا ہوگا، لہٰذا ہمارے بزرگوں نے اطفال سے لے کر پنجم تک اردو لکھنے پڑھنے کا ایسا نصاب مقرر کیا ہے کہ اگر ہمارا طالب علم صحیح معنوں میں اس پر محنت کرلے جائے تو ہر ضرورت کی بات لکھ کر محفوظ کرسکتا ہے، ہر ضرورت کی بات لکھ کر دوسروں تک منتقل کرسکتا ہے، لیکن ہم مدرسین کو جائزہ لینا چاہئے کہ اس سلسلہ میں ہم کتنے کامیاب ہیں اور ہم نے بچہ پر جو چھ سال صرف کئے ہیں تو آیا بچہ کو اس لائق بنا سکے ہیں جس لائق بنانے کے لئے ہمارے بزرگوں نے یہ نصاب تیار کیا ہے۔

زندگی گزارنے میں ہم کو اپنے ملک کی زبان ہندی سے بھی مفر نہیں، اردو اگر ہماری مادری زبان ہے تو ہندی قومی زبان ہے، ایک اور انٹرنیشنل زبان انگریزی ہے اس سے بھی ہم اس زندگی میں مستغنی نہیں ہوسکتے، ہمارے نصاب میں اتنی ہندی وانگریزی موجود ہے کہ اگر بچہ خدانخواستہ پرائمری کے بعد اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے تو ہندوستانی زندگی میں ضرورت کی زندگی سے وہ واقف ہے، وہ انگریزی میں نام وپتے لکھ سکتا ہے، نوٹس بورڈ پڑھ سکتا ہے، وہ حکومت وقوم کی ہندی نشریات پوری طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن یہ جب ہی ہے جب ہم نے اور ہمارے طلبہ نے محنت سے یہ نصاب پورا کیا ہے۔

اس زندگی میں سب سے بڑی ضرورت حساب کی ہے، حساب کے بغیر قدم قدم پر دشواریاں ہیں۔کون سا کام ہمارا ہے جو حساب سے مستغنی ہو، ہمارے بزرگوں نے پرائمری درجات کے نصاب میں اتنا حساب رکھ دیا ہے کہ اگر طالب علم اس پر محنت کرلے تو زندگی کے ہر مرحلہ میں فائدہ اٹھائے اور کہیں اس کو مشکل نہ آئے، جوڑ، گھٹاؤ، ضرب، تقسیم، واضعاف اقل مشترک کسروں کی تقسیم ان کا جوڑ، گھٹاؤ، ضرب تقسیم یہ سب ہمارے پرائمری نصاب میں داخل ہیں، لیکن اگر ہم نے اور ہمارے طلبہ نے کوتاہی کی اور پنجم کے طالب علم کو ۲۰ تک پہاڑہ بھی نہ یاد ہوسکا تو ہم تعلیم کے بنیادی مقاصد کے حاصل کرنے سے محروم ہیں۔آپ کو حیرت ہوگی کہ آج اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں میں جنہوں نے حساب نہیں پڑھا ہے وہ ''ایک بٹا دس کو ایک بٹا پانچ'' کا آدھا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اس زندگی میں سماجی علوم اور سائنس کی مبادیات سے بھی مفر نہیں ہمارے نصاب میں جغرافیہ، تاریخ، تمدن اور ابتدائی سائنس کا مناسب کورس موجود ہے، بارش کیسے ہوتی ہے، موسم کیسے بدلتے ہیں، سورج اور چاند کیسے گہن میں آتے ہیں، ہماری صحت کے لئے کیا مضر ہے اور کیا مفید ہے، ورزش سے کیا فائدے ہیں وغیرہ۔ اسے ہمارا طالب علم واقف ہوجاتا ہے، اور سماج میں مثالی نہ سہی تو ایک مناسب شہری کی حیثیت سے زندگی گزارنے میں کوئی مشکل نہیں محسوس کرے گا، آپ کو حیرت ہوگی کہ جو لوگ علم جغرافیہ سے نابلد ہیں وہ آج بھی اعلیٰ تعلیم رکھتے ہوئے اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ زمین ساکت وساکن ہے اور سورج اس کے گرد متحرک ہے اور چکر لگاتا ہے، آپ تعمیر ادب حصہ پنجم صفحہ ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں ان کا دعویٰ ہے کہ زمین کو متحرک ماننا قرآن کے خلاف ہے جب کہ ان کا یہ دعویٰ سراسر غلط ہے۔

غرض کہ ہماری تعلیم کا ایک بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہماری زندگی اس دنیا میں سکون اطمینان سے گزرے اس کے لئے ہم اپنے پرائمری درجات میں کئی زبانوں کا لکھنا پڑھنا سکھاتے ہیں، اردو زبان میں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں، ہندی بھی سکھاتے ہیں اور انگریزی بھی، ضرورت بھر کا حساب بھی سکھاتے ہیں اور جغرافیہ، تاریخ، تمدن میں سائنس کی مبادیات کی تعلیم دیتے ہیں یعنی پرائمری درجات میں ہم اپنے طالب علم کو ضروریات دنیا میں کسی حد تک خود کفیل کردیتے ہیں، خدا کرے ہمارا یہ قول ہمارے عمل پر منطبق ہورہا ہو۔

ہماری تعلیم کا دوسرا بنیادی مقصد آخرت کی زندگی کا سنوارنا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے ہم نے جو ضروریات دنیا کا علم اپنے طلبہ کو دیا عملی میدان میں اس میں کہیں دین کے خلاف کوئی بات نہ پائی جائے یعنی ہم زبان وادب کو فساد پھیلانے کا ذریعہ نہ بنائیں حساب وکتاب میں کسی کو دھوکا نہ دیں، جغرافیائی وسائنسی معلومات میں خدا کی قدرت کو بھلا نہ بیٹھیں، تمدن ومعاشرت میں شریعت سے آزاد نہ ہوجائیں، دنیاوی زندگی ایک حقیقت ہے اس سے چارہ نہیں لیکن وہ شریعت کے مطابق ہو۔

دوسری بات یہ کہ جن تعلیمات پر ہماری آخرت کی کامیابی کا انحصار ہے ہمارے بزرگوں نے ہمارے پرائمری نصاب میں اسے اولیت دی ہے اور واضح کیا ہے کہ ہماری تعلیم کا مقصود تو وہی ہے اور یہ دنیاوی تعلیم اس کی خدمت کے لئے ہے، پھر دہراتا ہوں کہ یہ ضروریات زندگی مہیا کرنے والی تعلیم بھی دینی تعلیم کا ایک جزء ہے اور ''فی الدنیا حسنۃ'' کی تکمیل ہے، دینی تعلیم کا سب سے اہم جزء قرآن مجید کی تعلیم ہے، ظاہر ہے پرائمری معیار میں قرآن مجید کے معانی ومطالب نہیں بتائے جاسکتے، قرآن کی تعلیم میں اس کا پڑھ لینا اور اس کا کچھ زبانی یاد کرلینا بھی بہت ضروری ہے، پرائمری درجات میں ہم اپنے بچہ کو پورا قرآن مجید صحت مخارج کے ساتھ ناظرہ پڑھاتے ہیں اور کچھ سورتیں زبانی یاد کرواتے ہیں تاکہ ہمارا بچہ نماز ادا کرسکے اور تلاوت کے ثواب سے محروم نہ رہے ہمارے نصاب میں تدریجی ترقی کے ساتھ اسلام کا کلمہ، ایمان مجمل، ایمان مفصل، پاکی، ناپاکی کا علم، نجاست حقیقی ونجاست حکمی کا علم، غسل وضو اس کے احکام تیمم کا بیان پھر نماز پنجگانہ کی تفصیل اس کا طریقہ علماً وعملاً، اس سے متعلق ضروری مسائل، نفل نمازوں کی تفصیل، نماز تراویح، بیمار ومسافر کی نماز یہ سب چیزیں ہمارے نصاب میں داخل ہیں اور ہم پڑھاتے ہیں، روزوں کا بیان، زکوٰۃ کا بیان، حج کا بیان، سب کا بیان ہمارے نصاب میں داخل ہے، بچہ کی تربیت کے لئے بھی ہمارے نصاب میں خاصا مواد ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی مختصر سیرت ہم شروع ہی میں پڑھا دیتے ہیں، اچھی باتیں، اچھے قصے، اور قصص الانبیاء اور ہمارے حضور ہمارے بچوں کی کردار سازی کے لئے بہترین کتابیں ہیں جو ہمارے نصاب میں داخل ہیں۔

اللہ کی محبت، اللہ کے رسول کی محبت، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر یہی نہیں کہ آخرت میں ہم کو انعام نہ ملے گا بلکہ بدترین سزا کا سامنا ہوگا، یہ تعلیمات ہمارے نصاب میں موجود ہیں لیکن اگر ہم متعین طور پر ان کی طرف اپنے طلبہ کو متوجہ نہیں کرتے تو یہ ہماری کوتاہی ہے، صحابہ کرام کی محبت، اولیاء اللہ کی محبت، والدین کی خدمت واطاعت، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت صحیح معاشرت، پڑوسی کے حقوق، اہل وطن کے حقوق، ملک وملت کی خدمت، قانون کا پاس ولحاظ برے کاموں سے بچنا، بھلے کاموں کو اپنانا سب ہمارے نصاب میں موجود ہے، کوئی بات ادب کی کتاب میں ہے تو کوئی بات براہ راست دینی کتاب میں ہے تو کوئی بات تربیت کورس میں ہے، یہ ہماری ذمہ داری ہے ان تعلیمات کو متعین کرکے طلبہ کو ان سے بہرہ ور کریں۔

یہ ہیں ہماری ابتدائیہ کی تعلیم کے بنیادی مقاصد جن کے حصول کا انحصار ہم مدرسین کی محنت پر ہے، یہ طلبہ ملت کی امانت ہیں جو ہمارے حوالہ ہوئے ہیں، بے شک ان میں ذہین بھی ہیں اور کند ذہن بھی، ان میں مستعد بھی ہیں اور کاہل بھی، ان میں فطری نیکی والے بھی ہیں اور حد درجہ شریر بھی، لیکن یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اپنی حکمت وتدبیر سے ان کو تعلیم کے بنیادی مقاصد سے بہرہ ور کریں۔اگر ہم نے جھنجھلا کر یہ کہہ دیا کہ ہزار بار سمجھایا اس کے کچھ نہ سمجھ میں آیا، یا علم اس کی قسمت میں نہیں ہے، یا کسی طالب علم کی مسلسل ناکامی سے ہم خود ہمت ہار بیٹھے تو طالب علم سے زیادہ ہم خود تربیت کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو تعلیمی خدمات میں صحیح کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری محنتوں کو قبول فرمائے۔الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین وآلہ وصحبہ اجمعین

☆☆☆

ایک اہم اعلان

ہوگی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی ہے

قارئین تعمیر حیات کے مسلسل خطوط آرہے ہیں جن میں یہ شکایت کررہے ہیں کہ پرچہ انہیں بہت تاخیر سے مل رہا ہے بعض حضرات کو اس غیر معمول تاخیر سے بدگمانی بھی ہورہی ہے، ہم اس تاخیر کی ان سے معذرت کرتے ہیں، تعمیر حیات سے ان کو جو محبت ہے اس کی بنا پر یہ شکایت بجا ہے لیکن اس تاخیر کی بنیادی وجہ محکمہ ڈاک کا وہ سرکلر ہے جو چند ماہ پہلے دیا ہے بس سرکاری فرمان میں کہا گیا ہے کہ محکمہ ڈاک نے شارٹنگ کا شعبہ ختم کردیا ہے، اس لئے اب تعمیر حیات ڈاک خانہ کے سپرد کرتے وقت اس کا لحاظ رکھا جائے کہ جس ضلع میں جتنے پرچے جاتے ہوں ان سب کو ایک ساتھ دیا جائے، مثلاً بمبئی کے دو سو خریدار ہیں تو ان کے پرچے ایک ساتھ دیئے جائیں تاکہ شارٹنگ کی وجہ سے تاخیر نہ ہو اور پرچہ جلد قارئین کو مل جائیں۔

اس حکم کے مطابق تعمیر حیات کے منتظمین ہر ضلع کے پتے ایک ساتھ کمپوز کرکے تیار کررہے ہیں، اس میں تاخیر ہورہی ہے، امید ہے انشاء اللہ فروری کے آخری ہفتے تک ہم اس مسئلہ پر قابو پالیں گے، قارئین کو جو زحمت اٹھانی پڑ رہی ہے اسکے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔

بے حیائی کی سالگرہ

تاریخ اور مذہب واخلاق کے آئینہ میں

مولانا احمد عبدالمجیب قاسمی ندوی
(واشنگٹن)

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایک نظام اخلاق اور پاکیزہ اصول معاشرت کا پابند بنایا ہے، ایسا نظام جس میں انسان کی آزادی، انسانی فطرت کی رعایت، انسانی جذبات، خواہشات اور احساسات کا خیال بھی ہے، اور دین واخلاق کے بنیادی اصول، اور شرافت، انسانیت کی قدروں کا پاس ولحاظ بھی، عفت وعصمت کی حفاظت بھی ہے اور تہذیب ومعاشرت اور مذہب وتمدن کا حُسن امتزاج بھی اسی لئے پیغمبر اسلام ﷺ نے جہاں اخلاق کی اہمیت کو واضح کیا ہے، وہیں اخلاق کے بنیادی اصول بھی عطا کئے ہیں، وہ اصول جن کی بنیاد پر اخلاق کے حُسن وقبح کا فیصلہ ہوسکتا ہے، یوں تو اخلاق کی ایک فہرست تمام مذاہب اور جملہ انسانی معاشروں میں مشترک رہی ہے، اور یہ وہ ابدی اخلاق وفضائل ہیں، جنہیں انسانوں کا ہر معاشرہ قبول کرتا ہے، انہیں اپنانے کی کوشش کرتا ہے اور اسلام ان کی آفاقی صداقتوں کو تسلیم کرتا ہے، تاہم اسلام نے انسانی زندگی کی اخلاقی تنظیم کے لئے مستحکم اصول عطا کئے ہیں، جن کی تفصیل کتاب الٰہی اور سنت نبوی ﷺ میں موجود ہے، اور ان اصول میں آپ دیکھیں گے کہ خدائی قوانین کے ساتھ عقل وخرد کی باتیں، ضمیر کی آواز، قوانین فطرت اور حکمت وبصیرت، سب یکساں طور پر مجتمع ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے جس نظام اخلاق سے انسانیت کو متعارف کرایا ہے، اس میں ایک اہم وصف حیا بھی ہے، یہ اسلام کی بنیادی تعلیم ہے، سلامتی فطرت کی علامت ہے، مروت اور شرافت کی پہچان ہے، یہ انسان کا ایک ایسا فطری وصف ہے جس سے انسان خوبی وکمال کی راہ پاتا ہے اور اس سے شجر اخلاق وانسانیت کو غذا ملتی اور اس کی شاخوں کو تازگی اور شادابی فراہم ہوتی ہے، یہ وصف قدرت نے ہر انسان کی فطرت میں ودیعت کر رکھا ہے، اس وصف کا بقاء انسان کی تربیت پر موقوف ہے کہ صحیح تربیت اور پاکیزہ ماحول سے وہ قائم رہتا ہے، اور اگر انسان بُری صُحبت کا عادی بن جائے اور مناسب تربیت سے وہ محروم رہے تو پھر وہ ایک عظیم اخلاقی وصف وکمال سے محروم رہ جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ بے شرمی وبے حیائی کے کام کرنے میں بے خوف ہوجاتا ہے، اور یہ ہے انسانی اخلاق کی پستی اور انسان کی رسوائی۔

اسلام کا ابر رحمت جس خطۂ زمین اور جس معاشرہ پر سایہ فگن ہوا، وہ ربانی ہدایت سے محروم اور تہذیبی قدروں کے اعتبار سے غیر ترقی یافتہ معاشرہ تھا، عرب میں گرد وپیش کے اور علاقوں کی طرح شرم وحیا کا لحاظ نہ تھا، ننگے نہانا عام بات تھی، لوگ حرم کعبہ کا طواف ننگے ہوکر کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ ہم ان کپڑوں میں طواف نہیں کرتے جن میں ہم معصیت کرتے ہیں، چونکہ عرب میں قضاء حاجت کے لئے خصوصی انتظام نہ تھا، لوگ میدانوں میں رفع حاجت کے لئے جایا کرتے تھے، اور پردہ کا خیال نہیں رکھتے، بلکہ آمنے سامنے بیٹھ جایا کرتے اور ہر قسم کی بات چیت کرتے تھے، اس لئے آنحضور ﷺ نے اس کی سخت ممانعت کی، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے، آپ ﷺ نے حیاء کو ایک اخلاقی قدر کے طور پر عام کیا، آپ ﷺ نے فرمایا «الحیاء لا یاتی الا بخیر» ''حیاء سے صرف بھلائی پہنچتی ہے''۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ حیاء سراپا خیر ہے، یہ ایسا بنیادی اخلاقی وصف ہے جس سے کئی سارے اخلاقی اوصاف کی پرورش ہوتی ہے، عفت وپاکبازی اسی کی بدولت محفوظ رہتی ہے، ایک دوسرے کے ساتھ مروت وچشم پوشی اسی کے باعث پیدا ہوتی ہے، اور بہت سے گناہوں سے بچے رہنا حیاء کی برکت سے ہوتا ہے، اسی لئے آنحضور ﷺ سے منقول ہے ''لوگوں میں پہلے انبیاء کی جو باتیں پائی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر تم میں شرم وحیاء نہیں تو جو چاہو کرو'' قرآن وحدیث میں فحش ومنکر باتوں سے جس انداز میں روکا گیا ہے، اور آنحضور ﷺ نے حیاء کی اہمیت پر جس طرح زور دیا ہے، اس کے نتیجہ میں ''حیاء'' اسلام کا اک مخصوص اخلاقی وصف بن گیا ہے، اسی لئے حدیث میں آیا ہے ''ہر دین کا ایک خالص خُلق ہوتا ہے، اور اسلام کا خالص خلق حیاء ہے'' اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''ایمان کی ساٹھ سے اوپر کچھ شاخیں ہیں، اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے (بخاری) نبی کریم ﷺ کی ذات میں حیاء کا وصف بدرجہ اتم موجود تھا، چونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو انسانیت کے لئے بطور نمونہ پیش کرنا چاہتے تھے، اس لئے ہر ایسے کام سے حفاظت فرمائی، جو مزاج ومنصب نبوت کے منافی ہوسکتی تھی، کتب وحدیث وسیرت میں یہ واقعہ موجود ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی، آپ ﷺ بھی پتھر اٹھا لا رہے تھے، آپ ﷺ کے چچا عباسؓ نے کہا کہ تم تہبند کھول کر کندھے پر رکھ لو، تاکہ پتھر کی رگڑ نہ لگے، ایسا کرنا تھا کہ آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوئی اور زمین پر گر گئے، آنکھیں آسمان پر لگی تھیں اور زبان پر تھا ''إزاری، إزاری'' (میرا تہبند، میرا تہبند) حضرت عباسؓ نے تہبند باندھ دیا (بخاری) نبی اکرم ﷺ کے اندر حیاء کی یہ وصف جس طرح موجود تھی،

اس کو آپ ﷺ کے صحابہؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ''رسول اکرم ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے''۔

حیاء ہر معاملے میں مطلوب ہے، شرم کے تقاضے کی رعایت میں قرآن حکیم نے جو اسلوب کنایہ استعمال کیا ہے، اس کی مثالیں قرآن میں بہ کثرت موجود ہیں، اور خود صاحب قرآن (ﷺ) کی زبانِ وحی ونبوت بھی شرم وحیاء کی رعایت میں نہایت محتاط اور باوقار ہوتی تھی، مرد وعورت کے بعض مخصوص مسائل ومعاملات کو بیان کرنے کے لئے آپ ﷺ نے جو حیاء دار اسلوب اور پردہ دار تعبیر اختیار فرمائی ہے، وہ لسانِ نبوت کا کمال اور حیاء نبوی ﷺ کی ترجمان ہے، دور نبوت کی خواتین میں بھی یہ مزاج تھا کہ اس نوعیت کے مسائل کو ازواج مطہرات کے واسطے سے دریافت کرتیں، حدیث میں حضرت علیؓ کی شرم وحیاء اور ان کی غیرت کا یہ ثبوت موجود ہے کہ حضور ﷺ سے انہیں ''مذی'' (وہ جو صنفی ہیجان کے موقع پر جسم انسانی کے مخصوص مقام سے نکلتا ہے) کے بارے میں دریافت کرنا تھا، مگر صاحبزادی رسول ﷺ حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کی زوجیت میں تھیں، اس لئے شرم کے مارے خود سوال نہ کرسکے، بلکہ اپنے ساتھی حضرت مقداد بن اسودؓ سے استفسار کروایا، بعض روایتوں میں حیاء کو مکمل دین قرار دیا گیا، چنانچہ ایک صحابیؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ کیا حیاء بھی دین میں داخل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''بلکہ وہ مکمل دین ہے، پھر فرمایا کہ اصل میں حیاء پاکیزگی کا نام ہے''۔

حیاء کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن وحدیث میں تقاضائے شرم وحیاء کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے، اسلام کے بیشتر احکام وہ ہیں جن کے توسط سے انسانی اخلاق کے اس جوہر کی حفاظت کا سامان فراہم کیا گیا، عورتوں کے لئے پردہ کا حکم، زیب وزینت کے ساتھ بے پردگی اور مواقع زینت کے اظہار (غیر محرم کے لئے) پر پابندی، نگاہوں کی حفاظت۔ یہ سب احکام اسی پس منظر میں ہیں، نکاح میں کنواری لڑکی کے لئے خاموشی کو رضامندی سمجھا گیا کہ زبان سے اظہار اس کے لئے ضروری نہیں، مرد وعورت کی ''اندرون خانہ'' باتوں کو ''بیرون خانہ'' بیان کرنے سے روکا گیا، انداز گفتگو، چال ڈھال اور عام وخاص لوگوں کے ساتھ برتاؤ وغیرہ تمام معاملات میں شرم وحیاء کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

یہ ہے حیاء کا وہ تصور جو ہماری اسلامی تہذیب اور دینی تعلیم کا ایک حصہ ہے، مگر افسوس کہ حیاء جو انسانی فطرت کا لازمی حصہ تھی، آج وہ عنقا ہوگئی ہے، اور اس سے بڑھ کر افسوس اس امر کا ہے کہ فحاشی اور بے حیائی کے لئے ایک دن مستقل طور پر مخصوص کرلیا گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان جب گناہ کا عادی بن جاتا ہے، بے شرمی وبے غیرتی زندگی کا جزء بن جاتی ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ انسان اور انسانی سماج ومعاشرہ ادب واخلاق اور تہذیب ومعاشرت کے بندھن سے آزاد ہوجاتا ہے، تو یہی بداخلاقی اور بدتہذیبی اس سماج میں تہذیب وثقافت کی صورت اختیار کرلیتی ہے، مغربی تہذیب کا حقیقت پسندانہ مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اس نام ونہاد تہذیب نے انسانیت کو حقیقی تہذیب سے محروم اور ''دو کف جَو'' کا غلام بنا رکھا ہے، بُرائی کو خوبی وہُنر کا پیرہن دے دیا گیا ہے، اپنی بے حیا تہذیب کو اصل تہذیب کا نام دے دیا گیا ہے،

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حُسن کرشمہ ساز کرے

یہ مغربی تہذیب ہی کی دین ہے کہ آج ۱۴ر فروری کی تاریخ بے حیائی اور بے غیرتی کا نشان بنی ہوئی ہے، اور بے حیائی کی گرم بازاری نے مغرب کے ساتھ مشرق کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، St.Valentine's Day کے نام سے فروری کی ۱۴ر تاریخ لڑکوں اور لڑکیوں میں عشق ومحبت کی آگ لگا جاتی ہے۔

ایک عرصہ سے مغربی دنیا میں ''والنٹائن ڈے'' خصوصی اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے، تاریخ میں والنٹائن نامی متعدد انسانوں کا تذکرہ ملتا ہے، ''والنٹائن ڈے'' سے متعلق پس منظر اور اس کے آغاز کی کہانی مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے، محض تاریخی واقفیت کے لئے اس کی بعض تفصیلات مشہور تر روایت کے مطابق ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ روم کی دیوی Juno جو عورتوں کی عصمت وعفت اور ان کی عزت وآبرو کی محافظ سمجھی جاتی تھی، اس کے نام پر روم میں ماہ فروری میں یہ تہوار منایا جاتا تھا، اس موقع پر رومی تہوار کی عام روایت کے مطابق شراب وشباب کی محفلیں آراستہ کی جاتیں، رقص وسرود کا بازار گرم ہوتا، بعد میں جب یوروپ میں عیسائیت کا غلبہ ہوا، اور ہر طرف عیسائی مذہب اور تہذیب کے اثرات پھیلنے لگے تو عیسائیت کی مذہبی قیادت نے اس کافرانہ عہد روم کے مشرکانہ تہوار کو نصرانیت کا جامہ پہنا دیا، تفصیل یوں ہے کہ رومی فرماں روا Claudius II (وفات ۲۱۴ء) جس کا عہد حکومت دو سال (۲۶۸ء - ۲۷۰ء) پر محیط تھا، نے نوجوانوں پر شادی اور ازدواجی زندگی اختیار کرنے پر پابندی لگادی، تاکہ وہ محاذ جنگ سے راہ فرار اختیار نہ کرسکیں، قیصر وقت کے اس فرمان کے خلاف اس وقت کے پادری والنٹائن نے تحریک شروع کی، اور حکومت کی نگاہ سے چھپا کر لوگوں کی شادی کروانے لگا، قیصر وقت کو جب اس کی اطلاع ملی اور جرم ثابت ہوگیا تو اس پادری والنٹائن کو سزائے موت دی گئی، واضح رہے کہ پادری والنٹائن خود رومن کیتھولک چرچ کے اصولوں کے مطابق غیر شادی شدہ تھے، اس کی وفات کے تقریباً سوا دو سو سال بعد ۴۹۶ء میں پوپ نے اسے سینٹ کے خطاب سے نوازا، اور

نصرانی اولیاء کی فہرست میں اسے شامل کردیا، چونکہ یورپ مذہبی طور پر عیسائیت کو قبول کرچکا تھا، اس لئے قدیم کافرانہ عہد روم کے اس تہوار کو والنٹائن کی موت (شہادت) کی یاد میں، عیسائی تہوار کی حیثیت دے دی گئی، ''والنٹائن ڈے'' جب عیسائی مذہبی تہوار کی صورت میں نمودار ہوا تو شہوانیت، لہوولعب اور فحش کاریوں کا زور کم ہوگیا، اور عشق ومحبت اور عہد وفا کی طرف زیادہ رجحان ہوگیا، گویا کافرانہ عہد میں یہ دن نفس پرستی وشہوت انگیزی (Eroticism) سے عبارت تھا، اور عیسائی مذہبی حیثیت میں اس مخصوص دن کا رجحان Romance کی طرف بڑھ گیا، (دیکھئے The Folker of World Hlidays صفحہ ۱۳۳۔۱۳۴)

افسوس کہ عشق ومحبت جیسے پاکیزہ الفاظ بھی مغرب کی بے حیا تہذیب کے نتیجہ میں بے غیرتی کا عنوان بن گئے ہیں، ظاہر ہے جس تہذیب کی بنیاد ہی بے حیائی ہو، اس کا انجام اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس تہذیب کا علمبردار مغرب آج خاندانی نظام کے بکھراؤ کا شکار ہے، زندگی سے سکون رخصت ہوچکا ہے، ماں، باپ اور اولاد کے درمیان رابطہ اور تعلق مفقود ہے، بچے ماں کی ممتا اور باپ کے پیار سے محروم ہیں، اور ماں باپ اپنے جگر پاروں کے لئے سراپا اضطراب ہیں۔

اس تہذیب مغرب کے لئے جس کی اباحیت پسندی اور فحش وآوارگی اپنی تمام انسانی واخلاقی حدود کو پار کرچکی ہے، آج بھی وہی راستہ ہے جو اسلام اور اسکے پیغمبر ﷺ کا دکھایا ہوا ہے، اسی میں اس کے درد کا درماں اور مرض کا مداوا ہے، یہ کام ہمارا اور آپ کا ہے کہ ہم اس بیمار معاشرہ کو صحت وتندرستی کی راہ دکھائیں، اور بے حیائی کے اس ماحول سے اپنے بچوں اور نوجوانوں کی حفاظت کرتے ہوئے ''بیمار مغرب'' کے لئے مسیحا ثابت ہوں۔

☆☆☆

تجاویز فکری وتربیتی کیمپ برائے حفاظت دین، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

منعقدہ ۲۱/۲۲/۲۳/ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۱/۲/۳/فروری ۲۰۰۵ء

ندوۃ العلماء نے ایک سہ روزہ فکری وتربیتی کیمپ برائے حفاظت دین کا انتظام کیا جس میں دارالعلوم کی متعدد شاخوں کے مدرسین نے حصہ لیا۔

اس تربیتی کیمپ کے آخری روز کے جلسہ میں درج ذیل تجاویز پاس ہوئیں۔

۱۔ چونکہ ساری دنیا کے علمائے اسلام اور رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے قادیانیت کو خارج از اسلام قرار دیا ہے، لہٰذا یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ہم میں کا ہر شخص اپنے حلقہ کے ائمہ مساجد سے تعلق پیدا کرکے ان کے ذریعہ سے مناسب ومہذب الفاظ میں علماء کے اس فیصلہ کے اعلان کا اہتمام کرے گا۔

۲۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ہم میں کا ہر شخص اپنے حلقہ کے ہر پڑھے لکھے مسلمان تک جو زبان وہ جانتا ہے اس زبان میں اس کو ایک پمفلٹ پہنچائے گا جس میں قادیانیت کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہو۔

۳۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ہم میں کا ہر شخص اپنے حلقہ میں جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اسے قادیانی متاثر کررہے ہیں اس سے رابطہ قائم کرکے ہمدردی اور دلی قلق کے ساتھ اس کو سمجھانے کی کوشش کرے گا۔

۴۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ جو شخص قادیانیت اختیار کرے گا اور پھر افہام وتفہیم کے باجود باز نہ آئے گا تو مسلمانوں سے اپیل کی جائے گی کہ اس کا مکمل مقاطعہ کریں۔

۵۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قرب وجوار کے غریب مسلمان بچوں کا جائزہ لے کر ان کی دینی تعلیم وتربیت کی فکر کرے گا، اور ایسے نادار بھائیوں پر حتی الامکان توجہ دے گا جن کی غربت کے سبب قادیانی ان کو اپنا شکار بنا رہے ہیں۔

۶۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ہم میں کا ہر شخص اپنے حلقہ میں عیسائی مشنریز کی سرگرمیوں پر نظر رکھے گا اور ان کے ذریعہ سے جس مسلمان کو غلط فہمی میں مبتلا کیا جائے اس سے رابطہ قائم کرکے اس کی غلط فہمیاں دور کرے گا۔

۷۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے ہم میں کا ہر شخص اپنے حلقہ میں تحریک ہندوتو سے مسلمانوں کو آگاہ کرے گا اور تحریک ہندوتو میں جو باتیں ہندو مذہب سے تعلق رکھتی ہیں اور اسلام مخالف ہیں ان سے اجتناب کی تلقین کرے گا۔

۸۔ یہ جلسہ ندوۃ العلماء سے متعلق مدارس کے ذمہ داروں سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے ادارہ میں ادیان باطلہ کے رد میں حصہ لینے والے مدرسین کو سہولتیں مہیا فرمائیں۔

کوفی عنان! کیا آپ سن رہے ہیں؟

ڈاکٹر ایم۔ اجمل، دہرہ دون

۲۷ر جنوری ۱۹۴۵ء کو جنوبی پولینڈ میں واقع اوشوٹز گی اذیت گاہوں کو روسی افواج نے آزاد کرایا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس اذیت گاہ میں جرمنوں نے (جو مذہبا عیسائی تھے) ۶۰، لاکھ یہودیوں زیول اسلاؤ زادسی لوگوں کو اذیت دیکر قتل کیا تھا، ۶۰ سال بعد اقوام متحدہ نے اس قتل عام کی پہلی برسی منائی۔ ۲۵ جنوری کو اقوام متحدہ کے خصوصی اجلاس میں ''ایسا پھر کبھی نہیں'' کا نعرہ دیا گیا، موجودہ حالات اور ماضی قریب کی تاریخ پر نظر رکھتے ہوئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ''ایسا پھر کبھی نہیں'' کا مطلب ''یہودیوں کے لئے ایسا پھر کبھی نہیں'' ہوگا، اقوام متحدہ کے ۱۹۰ ممالک میں سے ۱۵۰، نے اس خصوصی اجلاس کی حمایت کی جن میں عرب اور مسلم ممالک بھی شامل ہیں، ماضی میں اس طرح کی ہر کوشش ناکام ہوتی رہی، مگر سازش کے تحت ۹/۱۱ کا وقعہ انجام دلانے کے بعد کے حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نیز عالمی جنگ، عالمی مالیاتی ادارہ، عالمی تجارتی ادارہ، یونیسکو وغیرہ کے سرگرم تعاون ڈراوے اور لالچ سے دنیا کے اکثر ممالک کو اس خصوصی اجلاس کے لئے رضامند کرلیا گیا، اس اجلاس کے انعقاد کرانے کے لئے اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کوفی عنان نے جس دلچسپی کا مظاہرہ کیا اس کا سیدھا تعلق ان کے دوبارہ اس عہدہ پر منتخب ہونے کے لئے امریکی ناراضگی کی رکاوٹ دور کرنا بھی ہوسکتا ہے، بہرحال اس خصوصی مہم کے روح رواں جو لوگ بھی ہوں انہیں ان سوالات کے جواب دینے ہونگے تاکہ شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

اقوام متحدہ کروڑوں جاپانیوں کی ہلاکت اور بیماری واذیت کی یاد کیوں نہیں کرتی جو کہ امریکی ایٹمی حملہ کی نذر ہوئے؟ اقوام متحدہ بوسنیا میں قتل کئے گئے لاکھوں مسلمانوں اور ۵۰ ہزار بوسنیائی مسلم خواتین کی یاد کیوں نہیں مناتی جن کے ساتھ عیسائی افواج نے زنا کیا اور اقوام عالم، واقوام متحدہ تماشہ دیکھتے رہے؟ اقوام متحدہ روس کے افغان قبضہ کے نتیجہ میں ایک پوری نسل ہلاک کردیئے جائے اور لاکھوں افغانوں کے معذور وبیوہ ویتیم ہوجانے پر خصوصی اجلاس کیوں نہیں بلاتی؟ ویتنام میں امریکی ظلم وبمباری کے نتیجہ میں تاریخ انسانی کی بے مثل تباہی کے خلاف اقوام متحدہ کا اجلاس کیوں نہیں بلایا جاتا؟ انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ اگر یہودیوں پر مظالم جرمن عیسائیوں نے کئے تھے سزا کے طور پر اسرائیل نام کی یہودی ریاست جرمنی کے اندر تشکیل دی جانی چاہیئے تھی، مگر تمام ظالموں (اقوام متحدہ: فرانس، برطانیہ، امریکہ) نے مل کر عربوں کے قلب پر یہودی ریاست کا خنجر پیوست کردیا، اگر یہودیوں پر یورپ میں ظلم ہوا تھا تو اس کی سزا عربوں کو کیوں دی گئی؟ جرمنوں کو دنیا کے مکار انصاف پسندوں نے کیا سزا دی؟

آج مسلمانوں پر مذہبی عدم رواداری کا الزام لگایا جارہا ہے اور قرآن پاک کی آیتیں نصاب سے نکالی جارہی ہیں، اور تجویز یہ بھی ہے کہ آئندہ صیہونیت پر تنقید کرنا اس کی حقیقت ظاہر کرنا جرم مانا جائیگا، سوال یہ ہے کہ یہودیوں پر عیسائیوں نے یورپ میں جو مظالم کئے اس کا انتقام لینے کے لئے یہودیوں کو ظلم کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے وہ بھی بیچارے مسلمانوں کے خلاف، اگر یہودی اتنے ہی بیچارے تھے جتنا بتایا جارہا ہے تو سارے یورپ میں ان کی دشمنی کیوں تھی؟ مرچنٹ آف وینس، میں شائلاک کا کردار کس ذہن کی غمازی کرتا ہے، پھر سب سے زیادہ یوروپی یہودی اسرائیل کیوں گئے؟ آج بھی یوروپ میں یہود دشمنی ختم نہیں ہوئی جس کی وجوہات مذہبی اور تاریخی ہیں، اس کی سزا مسلمانوں کو دی جارہی ہے، اسرائیل نے طاقت اور ظلم کے ذریعہ ۴۰ سال سے فلسطین کی زمین اور قبلہ اول کو قبضہ میں لے رکھا ہے، اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی قراردادیں ۴۰ سال سے ردی کی ٹوکری میں پڑی ہیں، یہودی دن رات فلسطینیوں کو قتل کررہے ہیں ان کی زمینوں اور گھروں پر بلڈوزر چلا رہے ہیں، ان کو بستیوں میں قید کررہے ہیں لاکھوں فلسطینی وطن کی آزادی کی جنگ کے جرم میں یہودیوں کی قید میں سخت ترین مظالم بھگت رہے ہیں، اقوام متحدہ کے کوفی عنان بتائینگے کہ انہیں کے ادارہ اقوام متحدہ کی قرارداد کے تحت اسرائیل سے فلسطینی مقبوضہ علاقہ خالی کرانے کے لئے انہوں نے کیا کیا؟

جس طرح دنیا بھر کے لٹیروں کو اکٹھا کرکے کویت خالی کرایا گیا، افغانستان پر حملہ کیا گیا عراق میں بارود برسایا گیا، اسی طرح اسرائیل سے فلسطینی علاقہ اور قبلہ اول کیوں نہیں آزاد کرایا گیا، کوفی عنان اور ان کے پیروؤں اور تمام دنیا پر سوال قائم ہے کہ فلسطینیوں کے وطن پر یہودی ریاست اسرائیل نے جون ۱۹۶۷ء میں جو جبراً قبضہ کیا تھا وہ اب تک کیوں برقرار ہے، اس میں بات چیت کی گنجائش کیا ہے؟ اسرائیل کے خلاف اقوام متحدہ نے امریکہ نے یا دنیا کے کسی بھی نام نہاد مہذب جمہوری ملک نے کیا پابندی لگائی؟ اسے اب تو اس جارح اور ظالم ملک سے تعلقات بڑھانے کے ہوڑ لگی ہوئی ہے، حال ہی ہیگ کی بین الاقوامی عدالت نے فیصلہ دیا کہ مقبوضہ علاقہ میں اسرائیل کے ذریعہ تعمیر کی جارہی دیوار غیر قانونی ہے، مگر یہ فیصلہ بھی سیکورٹی کونسل کی قرارداد کی طرح ردی کی ٹوکری میں پڑا ہے اور مثل در

آمد کرانے والا کوئی نہیں، اس کے برعکس کوفی عنان کو سوڈان کے جنوبی علاقہ کے عیسائیوں کی بہت فکر ہے، سوڈان پر دن رات دباؤ بنایا جارہا ہے، ایک معاہدے کے تحت ۶ سال بعد وہاں ریفرنڈم کرا کر اسے آزاد ریاست بنادیا جائیگا، ایسا ہی حل چیچنیا اور فلپائن وغیرہ میں مسلمانوں کے لئے کیوں نہیں کوفی عنان نکلوادیتے جس سختی اور تیزی کے ساتھ کویت، افغانستان عراق اور سوڈان میں اقوام متحدہ اور اس کو آلہ کار بنانیوالے لوگ کاروائی کرتے ہیں وہ تیزی اور سختی چیچنیا، فلسطین، فلپائن اور تھائی لینڈ کے مسلمان مظلوموں کو انصاف دلانے کے وقت کیوں غائب ہوجاتی ہے؟ ان تمام حقائق پر نظر رکھتے ہوئے بحیثیت صدر جمہوریہ ہند کے اس مطالبہ میں حقیقت پسندی جھلکتی ہے جس میں انہوں نے اقوام متحدہ کو دوبارہ منظم کرنے اور ویٹو پاور ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے، اقوام متحدہ کو اور اس کے سکریٹری جنرل کوفی عنان کو اگر اس عالمی ادارہ کی ساکھ کو بچانا ہے اور دنیا میں امن وانصاف کا ماحول بنانا ہے تو اس ادارہ کو ظالموں اور پردہ کے پیچھے سے کنٹرول کرنے والوں کے چنگل سے بچانا ہوگا، اور تفریقی ہمدردی وانصاف Slecktive justice hympatly کا رویہ ترک کرنا ہوگا، اقوام متحدہ یا اس کو ریموٹ کنٹرول کرنے والوں کو دنیا کے سامنے اپنے دوہرے منافقانہ طرز عمل کا جواب دینا لازم ہے۔

☆☆☆

دعائے مغفرت

☆رئیس التحریر جناب امین الدین شجاع الدین صاحب کو صدمہ

جناب امین الدین شجاع الدین صاحب کے بڑے بھائی جناب رحیم الدین صاحب کا ایک طویل اور جان لیوا بیماری کے بعد گذشتہ ماہ ۲۵ رجنوری کی شب اپنے وطن مالوف بھیونڈی میں انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پسماندگان میں اہلیہ، تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ ادارہ جناب امین الدین شجاع الدین صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے اور پسماندگان خاندان سے تعزیت کرتا ہے اور قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔

☆مشہور عالم مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھی کا انتقال

یہ خبر افسوس کے ساتھ دی جارہی ہے کہ مشہور عالم دین مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھی کا ۲۴ رجنوری ۲۰۰۵ء کو بیاسی سال کی عمر میں اپنے وطن اندھنہ میں طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون،

مولانا نیک درجن سے زائد علمی کتابوں کے مصنف تھے، مولانا شاعر بھی تھے مولانا میرٹھی نے ہندوستان کے مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تقریباً چار پانچ سال مولانا نے حدیث کا درس دیا، قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆دارالعلوم کے شعبہ تعمیر وترقی کے ایک قدیم کارکن جناب منشی فیاض صاحب کا ایک طویل بیماری کے بعد گذشتہ ماہ ۱۷ رجنوری کو اپنے وطن دھنسر ضلع بہرائچ میں انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

☆دارالعلوم کے مخلص اور اساتذہ دارالعلوم وطلباء کے معالج جناب ڈاکٹر نسیم صاحب کی والدہ کا گذشتہ دنوں انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ☆☆☆

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA

44,Haji Building, S.V.Patel Road

Null Bazar, Mumbai-400003

Tele: Add Cupkettle

Tel:3460220,3468708

۱۲ نمبر اور ۱۲x کی اسپشل چائے استعمال کیجئے

مشرق بعید کے مسلمان

تھائی لینڈ کے مسلمانوں پر ظلم

سلمان نسیم ندوی

تھائی لینڈ جنوب مشرقی ایشیا کا واحد ملک ہے جو ابھی تک مغربی سامراج سے محفوظ رہا ہے، اس ملک کی کل آبادی ۶ کروڑ ۲۰ لاکھ ہے، یہاں ۷۵% فیصد آبادی دیہاتی زندگی جبکہ صرف ۲۵% فیصد آبادی شہری زندگی گذارتی ہے، اس ملک کی سب سے بڑی آبادی ملیشیا، کمبوڈیا برما اور ویتنام کے مہاجرین ہیں، دوسری بڑی آبادی چینیوں کی ہے، یہاں کی اکثریت بدھ مت کی پیروکار ہے، مسلم آبادی کا تناسب ۱۰% فیصد ہے، جنوبی تھائی لینڈ کے چار صوبے نراتھی وٹ، فطانی، جایا اور سونگھلا مسلم اکثریتی صوبے شمار کئے جاتے ہیں، تحقیق کے مطابق ۱۹۰۲ء سے پہلے یہ خطہ مستقل اسلامی سلطنت کی حیثیت رکھتا تھا، پھر تھائی لینڈ نے اس پر قبضہ کرلیا، گزشتہ دس ماہ سے یہ خطہ انتشار روانارکی کے دور سے گذر رہا ہے، مسلسل تشدد وجارحیت کے واقعات پیش آرہے ہیں جن کے شکار مسلمان ہورہے ہیں۔

پس منظر

ایک عرصہ سے تھائی حکومت عہدوں اور مناصب کی تقسیم نیز ترقی کے ہر منصوبے میں ان علاقوں کے ساتھ امتیازی سلوک برت رہی تھی، نشہ خوری، اسلحہ فروشی اور بدعنوانی کے الزام میں آئے دن یہاں مسلمانوں کی گرفتاری کے واقعات پیش آتے اور ان مقامات پر قبضہ کرکے بدھ اکثریتی فرقہ کو ان میں آباد کیا جاتا تاکہ ان علاقوں کی مسلم اکثریتی کو اقلیت میں تبدیل کردیا جائے اور اسطرح سے بدھ مت کے ماننے والوں کو ہر قسم کے مفادات کو تحفظ حاصل ہو، اس صورتحال سے نالاں ہوکر ان علاقوں کے مسلمانوں نے خود مختار اسلامی ریاست کے قیام کے لئے ایک اسلامی تحریک کی بنیاد ڈالی جو حکومت کی نگاہ میں بغاوت ٹھہری، لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد گزشتہ صدی کے اواخر میں معافی کے ایک سرکاری اعلان کے بعد یہ کمیٹی تحلیل ہوگئی تھی، مگر اس کے بعد سے سنٹرل گورنمنٹ ان مسلمانوں کا برابر استحصال کرتی رہی، ان پر علیحدگی پسند ہونے کا الزام عائد کرکے اور ان کے خلاف ہر قسم کی کاروائی کو بنیاد بنا کر جائز قرار دیا کہ اس سے یہ رجحان دوسرے صوبوں میں جنم نہیں لے گا۔

پچھلے سالوں میں انڈونیشیا میں ہوئے بم دھماکوں میں جماعت اسلامی کا ہاتھ قرار دیا گیا تھا اس وقت تھائی حکومت نے صرف شبہ کی بنیاد پر دسیوں مسلمانوں کو گرفتار کیا، واضح رہے کہ ۲۰۰۴ء کے ماہ جنوری میں جنوبی تھائی لینڈ میں تشدد کے واقعات پھوٹ پڑے تھے جس میں ۵۰۰ سے زائد افراد جاں بحق ہوگئے اس وقت وزیر اعظم تھک سن شاوترانے تشدد کے ان واقعات کو ملک سے باہر تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ سے جوڑنے کی کوشش کی تھی اور یہ کہا تھا کہ ان طلبہ کے انتہا پسندوں سے روابط ہیں۔

پچھلے مہینوں میں مسلم نوجوان اور فوج کی ایک جھڑپ میں فوج نے بے دردی سے اسلحہ کا استعمال کیا جس کے نتیجہ میں ۱۷۱ مسلمان شہید ہوگئے تھے، اس کے علاوہ مسجد میں پناہ لینے والے تیس مسلمانوں کو قتل کردیا تھا، بڑی تعداد میں لوگ زخمی ہوئے اور گرفتار کئے گئے، اس کے بعد جنوبی تھائی لینڈ کے تین مسلم صوبوں میں گذشتہ ماہ سے مارشل لا نافذ کردیا گیا تھا۔

حالیہ تشدد کے واقعات کی ابتدا اس وقت ہوئی جب چھ مسلمانوں کو اسلحہ فروشی اور بدعنوانی کے الزام میں گرفتار کیا گیا، مسلمانوں نے گزشتہ رمضان المبارک مورخہ ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو اس گرفتاری کے خلاف احتجاج کیا، تھائی کمانڈو فوج نے اس احتجاج کو ناکام بنانے کے لئے مظاہرین پر بیدریغ گولی چلادی جس میں ۶ مسلمان جاں بحق ہوگئے اور ۳۰ شدید زخمی ہوئے، پھر گرفتاری کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا اور ان گرفتار شدگان کو جن میں اکثر نوجوان اور کچھ عورتیں اور بچے بھی تھے، مال برداری والے بند ٹرکوں میں بھر کر تفتیشی مرکز تک لے جایا گیا، ۶ گھنٹہ کی طویل مسافت کے بعد جب ان ٹرکوں کو کھولا گیا تو ان گرفتار شدگان میں ۷۸ مسلمانوں کی دم گھٹنے سے موت ہوچکی تھی، اس کے بعد حالات مزید ابتر ہوتے چلے گئے۔ تشدد، اغوا، اور گرفتاری کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے اور جنوبی تھائی لینڈ کے آبادی ڈھانچہ کو بدل ڈالنے کی کوششوں میں تیزی آگئی ہے۔

ذمہ دار کون؟

ایک اہم سوال یہ ہے کہ جنوبی تھائی لینڈ میں امن وآشتی کے فقدان کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کے پس پشت کون سے عوامل وحرکات کارفرما ہیں؟ وزیر اعظم تھک ان شاوترانے نے ان علاقوں کے مسلمانوں پر اسلحہ فروشی، بدعنوانی اور علیحدگی پسند ہونے کا الزام عائد کیا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ان واقعات کے ذمہ دار خود مسلمان ہیں وہ متعدد بار اپنے اس عزم کا اظہار کرچکے ہیں کہ ان علاقوں میں جو علیحدگی پسند عناصر ہیں اور جو ہمیشہ سے اس بحران کا سبب بنتے رہے ہیں تھائی حکومت ان کا صفایا کرکے رہے گی، مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ تھائی خفیہ خبر رساں ایجنسیوں نے ان واقعات میں کسی بھی مسلم پارٹی کی شمولیت کے امکان کو

خارج از قیاس قرار دیا ہے۔

سرکاری عہدیداروں، مسلم حلقوں اور رائے عامہ کے جائزہ سے اس سلسلہ میں تین نقطہائے نظر کا سراغ ملتا ہے۔ پہلی رائے تو یہ ہے کہ ان واقعات کے پس پشت CIA ہے، اسلامی ممالک اور خصوصاً مسلم اقلیتی علاقوں میں CIA کی جو سرگرمیاں ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، اس رائے کو مزید تقویت اس سے ملتی ہے کہ تھائی حکومت کے ذمہ داروں نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ازیں قبل واشنگٹن نے تھائی حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنی سرحد میں پر تھائی فوج کو جگہ دے لیکن وزیر اعظم نے اس کو مسترد کر دیا تھا۔

دوسرا خیال یہ ہے کہ ان واقعات کی تہ میں ان فوجیوں کا ہاتھ ہے جو جنوبی تھائی لینڈ میں تعینات تھے، مگر منشیات اور بچوں کی اسمگلنگ کے جرم میں ان کو دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا تھا، یہ واقعات اسی کا ردِ عمل ہیں۔

تیسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس صورتحال کی ذمہ داری ڈیموکریٹک پارٹی ہے، جو تقریباً چوبیس سال برسر اقتدار رہی، موجودہ حکومت سے پہلے وہ بے دخل کر دی گئی، ان واقعات کے ذریعہ وہ موجودہ حکومت کو کمزور بنانا چاہتی ہے۔

اسباب خواہ کچھ بھی ہوں لیکن یہ شرمناک اور تلخ حقیقت ہے کہ ان علاقوں کے بے گناہ مسلمان شر پسند عناصر کے مذموم مقاصد کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں اور وزیر اعظم کو ان واقعات کی آڑ میں کھل کھیلنے کا موقع مل رہا ہے۔

غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ

تشدد کے ان واقعات اور خطہ میں امن کی غیر یقینی صورتحال پر تھائی حکومت کو اندرونی و بیرونی سطح پر سخت نکتہ چینیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، تھائی ذرائع ابلاغ نے حکومت کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا مجرم قرار دیا ہے، شہیدوں کے خاندان کی تصویریں شائع کی ہیں، اور جاوٹہ کے دن کو ''یوم سیاہ'' قرار دیا ہے، ایمنسٹی انٹرنیشنل نے تھائی حکومت سے غیر جانبدرانہ تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہوئے اس بات کی دھمکی دی ہے کہ وہ کمانڈو فوج کی اس غیر انسانی سلوک کا گہرائی سے جائزہ لینے اور اسباب و محرکات کو بے نقاب کرنے کے لئے عنقریب ایک مہم چلائے گی، ہانگ کانگ کے انسانی حقوق کمیشن نے تھائی سرکاری کے اُس بیان کو جس میں کہا گیا ہے کہ تمام افراد کی موت دم گھٹنے سے ہوئی ہے، رد کر دیا ہے اور تشدد کے امکان کو تسلیم کیا ہے، ملائیشیا کے وزیر اعظم عبداللہ بداوی نے سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے حکومت سے مسلمانوں کو تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے، انڈونیشیا کی مختلف تنظیموں اور اداروں نے اس پر احتجاج کیا ہے، تھائی لینڈ کی ایک سو اکیاسی تنظیموں نے مل کر حکومت کے نام ایک کھلا خط شائع کیا ہے جس میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ موجودہ صورتحال کا سبب حکومت کا غیر منصفانہ رویہ ہے، حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور مسلمانوں سے معذرت کرے اور اس بات کو ذہن نشین کرے کہ مشکلات کا حل ہتھیار کا استعمال نہیں ہے۔

حکومت کا بدلتا ہوا موقف

۲۲ اکتوبر ۲۰۰۴ء کے حادثہ پر وزیر اعظم نے صرف اتنا بیان دیا تھا کہ ''ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا'' مگر مسلسل عالمی تنقید و مذمت، اندرونی دباؤ، اور آئندہ ہونے والے انتخابات سے پہلے امن و امان کی بحالی کی ضرورت، ان اسباب کے پیش نظر حکومت کے رویہ میں تبدیلی آئی ہے۔

چنانچہ ملک کے ۷۷ ویں قومی جشن کے موقع پر حکومت نے جنوبی خطہ میں امن مہم کی پیش قدمی کے طور پر ان علاقوں کے مسلمانوں میں فضا سے ۱۲ کروڑ سے زیادہ ایک منشور تقسیم کیا ہے جس میں مسلمانوں کو تحفظ دینے کی یقین دہانی کی گئی، واضح رہے کہ اس مہم میں خود وزیر اعظم شریک تھے جبکہ اس میں دس سے زائد فوجی وغیر فوجی ہیلیکاپٹروں نے حصہ لیا۔

دوسری طرف حکومت نے تحقیقات کی خاطر ایک پچاس رکنی کمیٹی تشکیل دی ہے، جو مسلم دینی انجمنوں کے رہنماؤں اور بدھ و مسلم سیاستدانوں پر مشتمل ہے، ان کو جلد رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جہاں اس واقعہ پر پوری دنیا نے نکتہ چینی کی ہے وہیں امریکی حکومت نے صرف اتنا بیان دیا کہ وہ ان حالات کا سفارتخانہ کے ذریعہ جائزہ لے گی اور تھائی حکومت کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرے گی۔

☆☆☆

عالم اسلام کی خبریں

☆ رویت ہلال کے لئے مصنوعی سیارہ کی تیاری

عالم اسلام کے لئے رویت ہلال ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے جس کی وجہ سے عربی مہینوں کی تعیین خصوصاً ماہ رمضان اور عید الفطر کے موقع پر اختلافات پیش آتے ہیں، خوشی کی بات ہے کہ عالم عرب میں پہلا اسلامی مصنوعی سیارہ تیاری کے مرحلہ میں ہے یہ سیارہ ۸ ملین ڈالر کی لاگت سے تقریباً دو سال میں مکمل ہونے کا امکان ہے، اس سلسلہ میں حال ہی میں قاہرہ میں ایک اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی ہے جس میں عالم عرب کی مختلف فقہی اکیڈمیاں شریک ہوئی اور اس کام کو انہوں نے سراہا۔

یہ سیارہ بشمول مکہ مکرمہ ۶۰ سے زیادہ اسلامی ممالک کے لئے کار آمد ہوگا۔ اس مصنوعی سیارہ سے جہاں ایک طرف رؤیت ہلال کی مشکلات کے حل ہونے کا امکان ہے وہیں اس سے دنیا کے مختلف خطوں میں تعیین قبلہ اور دور دراز علاقوں میں اوقات نماز کی تعیین میں سہولت ہوگی، تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے اس مصنوعی

اسلامی سیارہ سے عرب دنیا اور عالم اسلام کے اقتصادی ماحولیاتی، صنعتی اور زرعی منصوبوں کو فائدہ پہونچیگا، سیارہ سے بھیجی گئی تصویروں سے نقصانات سے تحفظ اور ترقی کے مواقع حاصل ہونگے۔

☆ ترکی میں چلتی پھرتی مسجد

ترکی میں سبزی منڈی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہے ہر جگہ ایک نئی مسجد تعمیر کرنا ایک مشکل تھا، اس لئے وہاں دنیا کی پہلی موبائیل مسجد بنائی گئی ہے جو سبزی منڈی کے ساتھ منتقل ہوتی رہے گی، تجار، سبزی فروش اور بازار میں آنے والوں کو نماز کی ادائیگی میں سہولت ہوگی۔

اس مسجد میں بیک وقت ۱۵ مرد اور ۵ خواتین نماز پڑھ سکتی ہیں، مسجد کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، درمیان میں ایک پردہ حائل ہے، آٹو بس کے آخری حصہ میں ایک وضو خانہ بھی ہے، مسجد کا نام ''مسجد بیان'' ہے۔

☆ عراق میں انتخابات کے بعد بھی مزاحمت کے جاری رہنے کا اندیشہ

مہاتیر محمد

ملیشیا کے سابق وزیر اعظم مہاتیر محمد نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ جنوری میں ہوئے عراقی انتخابات کے باوجود وہاں امن بحالی کا کوئی امکان نہیں ہے، بلکہ امریکی قبضہ کے خلاف مزاحمت بدستور قائم رہنے کا اندیشہ ہے، انہوں نے دعوی کیا کہ امریکہ عراقی عوام کو سمجھنے میں بالکل ناکام رہا ہے، جو کوئی بھی امریکا نواز عراق میں طاقت برسر اقتدار آئے گی عراقی عوام اس کو کبھی قبول نہیں کریں گے، انہوں نے کہا کہ امریکی فوجیوں نے جو کچھ عراق میں کیا وہ عراق کے معزول صدر کے ظلم و جبر سے کہیں زیادہ شرمناک ہے، انہوں نے امریکی صدر جارج بش پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے صدام حسین پر مطلق العنانی کا الزام عائد کیا ہے حالانکہ ان کی کارروائیاں مطلق العنانی سے کہیں زیادہ خطرناک ہیں، انہوں نے اسلامی ممالک کو متفقہ حکمت عملی اختیار کرنے اور جذبۂ انتقام سے برتر ہو کر غور و فکر کرنے کی دعوت دی۔

☆ شیخ طہ برکاتی کی وفات

مسجد حرام میں ادارہ وعظ و تدریس کے جنرل سکریٹری جناب شیخ طہ برکاتی ۸۷ سال کی عمر میں اپنے پروردگار سے جا ملے، شیخ برکاتی ۶۰ سال سے زیادہ مدت سے مسجد حرام سے متعلق رہے، جبکہ ۴۵ سال تک انہوں نے ادارہ وعظ و تدریس کے جنرل سکریٹری کی ذمہ داری انجام دی۔

شیخ برکاتی دل کے مریض تھے، ان کے دل کا آپریشن بھی ہوا تھا، ابھی وہ بغرض علاج جرمنی گئے ہوئے تھے واپسی کے سفر میں زمین سے ۴۰ ہزار فٹ کی بلندی پر جہاز ہی میں ان کا انتقال ہوا، شیخ برکاتی کا عالم عرب کے ممتاز علماء میں شمار ہوتا تھا، تعلیم و تربیت کے میدان میں ان کو خاص امتیاز حاصل تھا، اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے، آمین۔

☆ اسرائیل میں خودکشی کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ

ادھر چند ہفتوں میں اسرائیل میں خودکشی کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، پچھلے ہفتہ دس افراد نے خودکشی کی اندازہ لگایا جارہا ہے کہ اگر یہی صورتحال رہی تو ایک مہینہ میں تعداد بڑھ کر ۳۷ پہونچ سکتی ہے، خودکشی کے ان واقعات کے ساتھ ساتھ ۲۵% غیر فطری اموات کے معاملات بھی سامنے آئے ہیں، اطلاع کے مطابق خودکشی کے تین واقعات صرف ۲۴ گھنٹوں میں پیش آئے، ذرائع کے مطابق اسرائیل میں خودکشی کے ان واقعات کی وجہ امن کا فقدان، معاشی بحران اور تحریک انتفاضہ کی ناکامیابی ہے۔

☆ عراق میں امریکی فوجوں کے ساتھ یہودی علماء بھی جنگ کر رہے ہیں

عراق میں موجود امریکی افواج کے ہمراہ ایک یہودی مذہبی عالم ارونگ نے اعتراف کیا ہے کہ فلجہ کے مزاحمت پسندوں نے متعدد یہودی فوجی افسروں اور مذہبی عالموں کو قتل کر دیا ہے، اسرائیلی روزنامہ حاآرٹس نے ارونگ کے حوالہ سے اطلاع دی ہے کہ امریکی فوج کے دوش بدوش ایک ہزار عام یہودی اور ۳۷ حاخام (عالم) لڑ رہے ہیں، یہ مذہبی جذبے سے لڑ رہے ہیں، اور جو مارے گئے ہیں وہ شہید ہیں، یہودی عالم ارونگ ان دنوں نیویارک میں ہیں تاکہ مزید یہودیوں کو فوج میں بھرتی کر سکیں، ارونگ نے کہا کہ اس وقت ہمارے لئے لڑنا مذہبی عبادت سے زیادہ افضل ہے، انہوں نے کہا کہ جو لوگ اس وقت امریکی فوجوں کے دوش بدوش عراقیوں سے جنگ کر رہے ہیں وہ سب کے سب دیندار ہیں اور تورات کی تلاوت پابندی سے کرتے ہیں، دوسری جانب ایک سعودی عالم عبیکان نے کہا ہے کہ عراق میں جو مزاحمت ہو رہی ہے وہ جہاد نہیں ہے، اس لئے کہ جہاد تو کسی امیر کے ماتحت کیا جاتا ہے۔

☆ ۱۲ ہزار چینی مسلمانوں نے فریضۂ حج ادا کیا

جمہوریۂ چین سے اس سال ۱۲ ہزار فرزندان توحید نے فریضۂ حج ادا کیا، عازمین حج کی یہی تعداد گذشتہ سال بھی تھی، سیدارکن یا معنی کے بیان کے مطابق ان عازمین حج کے لئے چینی زبان میں ہر قسم کے تربیتی و تدریبی پروگرام منعقد کئے گئے تاکہ ان کو تعلیمات حج اور اس کے شروط و آداب سے واقفیت ہو اور وہ بخوبی حج ادا کر سکیں، موصوف نے مکہ مکرمہ میں حجاج کرام کی راحت رسانی سے متعلق کوششوں پر خوشی کا

اظہار کیا اور سعودی حکومت کے انتظام کی تعریف کی۔

☆ مصر کے پادری کی بیوی کا قبول اسلام

حال ہی میں مصر کے ایک پادری کی بیوی سیدہ وفا جو خود عالمہ ہیں اور زراعتی علوم میں مہارت رکھتی ہیں نے اسلام قبول کیا ہے، محترمہ کے اس اعلان کے بعد عیسائی حلقوں میں ایک طوفان بپا ہوگیا، قاہرہ میں ایک گرجا گھر کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا جبکہ عیسائیوں نے مسلمانوں پر تبدیلی مذہب کے لئے ورغلانے کا الزام عائد کیا۔

واضح رہے کہ محترم سیدہ وفا نے ان تمام قیاس آرائیوں کی اس وقت تردید کردی جب انہوں نے یہ بیان دیا کہ ان کا قبول اسلام کسی خارجی دباؤ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ انہوں نے کامل دوسال تک اسلامی تعلیمات کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے اور دلی اطمینان حاصل ہونے کے بعد ہی اسلام قبول کیا، انہوں نے کہا کہ مطالعہ کے دوران مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ اسلام کبھی تشدد و جارحیت کی دعوت نہیں دیتا، محترمہ وفا نے اسلامی تعلیمات کے مطالعہ و تحقیق کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک مرتبہ میں ٹیلی ویژن دیکھ رہی تھی کہ اتفاقاً ہمارے سامنے وہ پروگرام آگیا جس میں قرآن کریم کی ایک آیت کی علمی اور عصری تشریح پیش کی جارہی تھی، مجھے یہ سن کی سخت حیرت ہوئی کہ قرآن آج کی زبان میں بات پیش کرتا ہے اسی کے بعد سے میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا۔

☆ فٹبال چمپین ''بیاکا مصطفیٰ'' کا قبول اسلام

مشہور فٹبال چمپین ''بیاکا مصطفیٰ'' نے دنیاوی عزت و شہرت پر اخروی سعادت کو ترجیح دی اور اسلام قبول کرلیا، ''بیاکا مصطفیٰ'' نے اپنے قبول اسلام کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ان کی ایک گرل فرینڈ تھی، ایک عرصہ سے ان سے ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے جب وہ ان سے ملنے گیا تو اس میں بڑی تبدیلی محسوس کی استفسار پر معلوم ہوا کہ اس نے اسلام قبول کرلیا ہے، ان کی دوست نے کہا کہ وہ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ماضی کی طرح آئندہ ان سے کسی قسم کے بھی تعلقات نہیں رکھ سکیگی اس لئے کہ اسلامی تعلیمات میں ایسی چیزوں سے منع کیا گیا ہے، ''مصطفیٰ بیاکا'' ان کے اس محتاط رویئے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔

☆☆☆

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ میں جملہ مکاتب فکر و مسالک کی نمائندگی رہی ہے اور ہے بورڈ پر خلاف شریعت فیصلہ کا الزام بے بنیاد ہے

مولانا سید نظام الدین، جنرل سکریٹری بورڈ

ادھر چند ماہ سے اخبارات میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ میں ٹوٹ پھوٹ کی خبریں شائع ہو رہی ہیں جس سے عوام میں یہ غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے کہ بورڈ جو ہندوستان کے مسلمانوں کا واحد متحدہ پلیٹ فارم ہے اس سے الگ ہو کر کچھ لوگ علیٰحدہ بورڈ بنا رہے ہیں، اب اخبارات سے معلوم ہوا کہ چند خواتین نے بھی علیٰحدہ بورڈ بنایا ہے، جب ان خبروں کی طرف مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ کو توجہ دلائی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ الحمد للہ 32 سال سے قائم ہے، اور اس میں ہمہ مکاتب فکر و مسالک کی نمائندگی ہوتی رہی ہے، اور آج بھی ہے۔ اور جو جماعتیں اور شخصیتیں بورڈ میں شریک ہیں وہ آج بھی اس کے ساتھ ہیں۔ جن لوگوں نے علیٰحدہ بورڈ قائم کیا ہے وہ پہلے ہی سے بورڈ کے ارکان نہیں تھے، اور جن لوگوں نے بورڈ پر خلاف شریعت فیصلہ کا الزام رکھا ہے وہ بے بنیاد ہے۔ اس کی ایک مثال بھی وہ پریس کے سامنے پیش نہیں کر سکے۔

بورڈ کے اب تک سترہ بڑے عمومی اجلاس اور ایک سو سے زائد عاملہ کے اجلاس ہو چکے ہیں، شریعت اسلامی کے اہم حصہ یعنی عائلی و شخصی قوانین کی حفاظت، شعائر اسلام نیز مساجد وغیرہ کے تحفظ کے لئے بورڈ نے ہمیشہ جرأت مندانہ قدم اٹھایا ہے جس کا پورا ریکارڈ موجود ہے۔ بورڈ میں ان سب کے لئے جو تحفظ شریعت، اس کے بقاء، معاشرہ کی اصلاح اور عائلی حقوق و فرائض کے تحفظ و نفاذ کے لئے کام کرنا چاہتے ہوں یہ گنجائش اور موقع موجود ہے کہ وہ مل کر کام کریں۔

جاری کردہ

دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، دہلی

تعارف وتبصرہ

کتابوں کی دنیا

مبصرین کے قلم سے

نقوش و آثار مفکر اسلامؒ

مرتب: مولانا شاہ محمد قمر الزماں الہ آبادی دامت برکاتہم

صفحات: ۴۶۴ قیمت: ۱۲۰ روپے

ناشر: مکتبہ دار المعارف الہ آباد و ادارہ فیضان معرفت بلساڑ

شاہ مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کے داماد و جانشین ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے جو انشراح و محبت اور وابستگی تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا اپنے عنفوان شباب ہی میں جب پہلی بار حضرت شاہ صاحب سے ان کے وطن فتح پور میں ملے تو پہلی ہی نظر میں شاہ صاحب کے دل میں اتر گئے اور قدر گوہر شاہ داند یا بد اند جوہری کی تصویر آئینہ کی طرح سامنے آگئی یہ پہلی ملاقات اور حضرت شاہ صاحب کی عنایات یا جوہر شناسی و قدر دانی خود حضرت مولانا ہی کے الفاظ میں سننے سے تعلق رکھتی ہے۔ پرانے چراغ حصہ اول میں لکھتے ہیں۔

''نکلتے جاڑے تھے، ہم ایک یکہ پر مئو سے کوپا گنج گئے، اور وہاں سے فتح پور کا رخ کیا، میرے ساتھ ایک رفیق مولوی اشرف علی لکھنوی تھے، دوپہر کا کھانا ہو چکا تھا، اور قیلولہ کے لئے لیٹ چکے تھے کہ ہم لوگ فتح پور پہنچے، مولانا کو اس وقت خبر ہوگئی میرے نام سے غائبانہ طریقہ پر واقف تھے، اسی وقت بالا خانہ سے نیچے تشریف لے آئے اور نہایت شفقت کے ساتھ مجھے اوپر لے گئے، دیر تک از راہ شفقت میرا ہاتھ پکڑ کر دباتے رہے، اور یہ مولانا کی خاص ادا تھی، پھر اسی وقت کھانا گرم کروایا، دستر خوان بچھوایا، مجھے اس طرح کھلایا جیسے مائیں پاس بٹھا کر بچوں کو کھلاتی ہیں کبھی کبھی لقمہ بنا کر میرے منہ میں دیتے، مجھے حیرت تھی کہ میری بے کمالی اور اپنی بلند مقامی کے باوجود پہلی ہی ملاقات میں ایسی غیر معمولی شفقت کیوں؟ (یہ فروری ۵۴ء کا واقعہ ہے)

یہ حضرت کا اخفائے حال یا احساس بے کمالی ہی تھا جس نے ان کو ہر کمال کی ان چوٹیوں تک پہنچایا جس کے ہر طرف چرچے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ کے دل میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کیا قدر و منزلت تھی اس کو بھی مفکر اسلام ہی کے الفاظ میں سنیئے گورکھ پور کی ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا:

''گورکھ پور سے واپس آکر میں نے ایک عریضہ لکھا جس میں اس خورد نوازی کا ذکر کرتے ہوئے شیخ سعدی کا مشہور مصرعہ بھی لکھ دیا کہ

کلاہِ گوشۂ دہقاں بآفتاب رسید

مولانا نے شیخ سعدی کے مصرعہ کا ایسا جواب دیا جس نے الناشر مندہ کیا تحریر فرمایا کہ ''اس کا صحیح مصداق تو یہ تھا کہ میں پڑھتا کیونکہ ایک بادشاہ نے کسی دہقان کے یہاں نزول فرمایا تھا اس پر اس نے یہ کہا تھا تو آپ کی مثال شاہوں کی سی ہے کہ کبھی یہاں اور کبھی وہاں نزول فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک دہقان کے یہاں بھی نزول فرما کر اس کو شرف بخشا اسی لئے اگر میں کہوں تو حق بجانب ہوں

کلاہِ گوشۂ دہقاں بآفتاب رسید

بلکہ پورے قطعہ ہی کو دہراتا ہوں کہ

زقدر و شوکتِ سلطاں نگشت چیزے کم
زالتفات بمہماں سرائے دہقانے
کلاہِ گوشۂ دہقاں بآفتاب رسید
کہ سایہ برسرش انداخت چوں تو سلطانے''

مذکورہ بالا اقتباسات سے کتنا صاف معلوم ہوتا ہے کہ میزبان و مہمان، طالب و مطلوب دونوں کسر نفسی اور خلوص و روحانیت کی کس بلندی سے ایک دوسرے سے مخاطب ہیں۔

اس دو طرفہ خلوص و محبت ہی کا اثر تھا کہ حلقۂ دکتبۂ فکر کے تعصب سے بلند ہو کر حضرت شاہ صاحب نے مفکر اسلام کی نصابی کتاب القرأۃ الراشدہ کو اپنے مدرسہ میں پڑھانے کا حکم دیا اور اپنی بچیوں کو بھی پڑھایا اور بعد میں تو مدرسہ وصیۃ العلوم الہ آباد اور مدرسہ عربیہ بیت المعارف الہ آباد کے نصاب میں باقاعدہ القرأۃ الراشدہ، قصص النبیین، منثورات، مختارات سب ہی ادب کی کتابیں داخل کی گئیں۔

یہ تھا وہ ماحول جو حضرت مولانا قمر الزماں صاحب کی آنکھوں نے دیکھا اور جس نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا اس درجہ کا سودائی و شیدائی بنا دیا کہ حضرت کی تصنیفات کا نہ صرف یہ کہ مطالعہ کرتے رہے بلکہ خدمت میں حاضری اور خط و کتابت کا معمول بھی رہا روحانی و فکری توجہ اتنی بڑھی کہ اپنے تین صاحبزادوں کو ندوہ ہی میں داخل فرمایا اور تینوں نے یہاں سے سند فراغت حاصل کی جس کو مولانا نے محترم نے کتاب میں حضرت سے اپنی عقیدت و محبت نیز ان کی عقابی نظر سے موانست و مناسبت کو تفصیل سے بیان کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ کتاب اسی تعلق و عقیدت کا نقش تاباں ہے جو نقوش و آثار مفکر اسلام کے قالب ہی میں ڈھل گیا ہے۔

مولانا قمر الزماں صاحب اس وقت حضرت مصلح

علامت کی جانشینی کے فریضہ کی انجام دہی ایک شیخ طریقت کی حیثیت سے کررہے ہیں جس سے الحمدللہ بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے اور ملک وبیرون ملک کے ہزاروں طالبان صلاح، اصلاح اپنی پیاس بجھا رہے ہیں اسی سلسلہ کی ایک کڑی خانقاہ کنتھاریہ بھڑوچ میں رمضان المبارک گذارنے اور حاضرین کو اپنے مواعظ ونصائح سے فیضیاب کرنے کا معمول بھی ہے۔

حضرتؒ کے انتقال کے وقت مولانا قمرالزماں صاحب وہیں تھے وفات کی خبر نے پوری اسلامی دنیا ہی کو متأثر کیا تھا تو مولانا قمرالزماں صاحب جیسے خادم دین اور حاضر باش پر کیا اثر ہوا اس کا اندازہ لگانا ان روابط کی روشنی میں جو مذکور ہوئے کچھ مشکل نہیں۔

چنانچہ مولانا نے ۲۳ رمضان ۱۴۲۰ھ کو تراویح بعد ایسی مفصل تعزیتی تقریر کی کہ وہ دوسرے دن کی تراویح کے بعد مکمل ہوئی جو عالمانہ صبر وضبط کا نمونہ بھی ہے اور حضرت کے فضائل وکمالات کا خلاصہ بھی۔

چونکہ مولانا محمد قمرالزماں صاحب کو جو بظاہر خالص خانقاہی معلوم ہوتے ہیں حضرتؒ کے عالمگیر وہمہ جہت فکر وورد کا وافر حصہ ملا ہے اس لئے مولانا نے، ''نقوش وآثار مفکر اسلام'' نام سے کتاب لکھ کر مولانا کی اہم تصنیفات کا جس طرح سے مغز وخوست پیش کردیا ہے وہ ایک روشن ضمیر، امت کے ہر طرح کے مسائل وضروریات اور الگ الگ محاذوں پر مخلصانہ کام کرنے والوں کے قدرداں ہی کا کام ہوسکتا ہے یہ کتاب جہاں حضرت مولاناؒ کے فکر تاباں اور درد دل کا خلاصہ پیش کرتی ہے وہیں خود مولانا قمرالزماں صاحب کی وسعت نظر اور خلوص وللہیت کا نقش قائم کرتی ہے۔ ع

داتا رکھے آباداں ساقی تری محفل کو

کتاب کے صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ پر مرشدی مولانا سید محمد رابع صاحب ناظم ندوۃ العلماء کی کتاب دو مہینہ امریکہ میں سے حضرت کی خاص پس منظر میں ایک ولولہ انگیز تقریر نقل فرما کر حضرت سے فکر ویگانگت کا ایک مخلصانہ نقش قائم کیا ہے۔

اسی طرح سے حضرت کی کتاب نبی رحمت کے مقدمہ کا تذکرہ خاص طور سے کیا ہے جو بعثت نبویؐ سے قبل کی عرب جاہلیت ہی نہیں جس کا عام طور پر سیرت نگار تذکرہ کرتے ہیں بلکہ عالمی جاہلیت کی تصویر پیش کرتا ہے جس سے بعثت نبویؐ کی ہمہ گیری اور مختلف بادشاہوں کے نام خطوط ودعوت اسلام کی اہمیت وجرأت شاہانہ کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ اقتباس بھی مولانا قمرالزماں صاحب کے فکر ونظر کی وسعت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔

کتاب میں ڈیوزبری برطانیہ میں حضرت کی یاد میں ایک عالمی سمپوزیم میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی مفصل تقریر کو شامل فرمایا ہے جس میں مفکر اسلام کے اعتدال وتوازن، درد وکرب اور دیگر گوناگوں صفات کا عکس جمیل آگیا ہے اسی طرح ''پندرہویں صدی ہجری ماضی وحال کے آئینہ میں'' حضرت مولانا کے ایک کتابچہ پر تبصرہ اور اقتباس بھی مصنف کتاب کے ذوق وشوق علمی کا اچھا نقش قائم کرتا ہے مولانا قمرالزماں صاحب نے حضرت مفکر اسلام کی تمام ہی اہم کتابوں کی اہمیت وضرورت اور وقت کا تقاضا بتاتے ہوئے بڑے خلوص ودیدہ وری کا ثبوت پیش کیا ہے سب سے آخر میں حضرت کی معرکۃ الآرا کتاب ارکان اربعہ کا خلاصہ نہایت مؤثر ودلکش انداز میں اس طرح پیش کیا ہے کہ حضرت کی عقابی نظر کے ساتھ ساتھ ان کا وہ روحانی وربانی مقام بلند بھی سامنے آگیا ہے جس پر حضرت کے علمی، ادبی اور تاریخی ذوق نیز کثرت اسفار اور ملک وبیرون ملک کے اداروں کی سربراہی کا پردہ پڑا ہوا تھا لوگ اس کو سمجھتے ہی نہیں تھے۔

ارکان اربعہ میں حضرت مولاناؒ کی معرفت خداوندی اور عشق خداوندی کا وصف خاص طور پر چھلکتا بلکہ ابلتا نظر آتا ہے مولانا قمرالزماں صاحب نے چاروں ارکان کا خلاصہ حضرت کی کوثر وتسنیم میں دھلی زبان اور عشق وکیف میں ڈوبے ہوئے انداز بیان کو پیش کرنے کے بعد حضرت کی روحانی بلندی اور درد وسوز کو ایک شعر میں اس خوبی کے ساتھ سمو دیا ہے کہ شاید وہ کسی صاحب دل کے طویل بیان سے بھی نہ ادا ہوتا۔

''مولانا لکھتے ہیں، ان مضامین ومقالات کو پڑھ کر یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

درسخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل
ہرکہ دیدن میل دارد درسخن بیندمرا

یعنی قارئین کرام ارکان اربعہ کے مندرجہ اقتباسات میں حضرت مفکر اسلام کے علوم ومعارف اور باطنی ملکات وکیفیات کی جھلکیاں ضرور محسوس کریں گے، نیز دیگر تصنیفات کے انتخابات اور نادر مقالات سے آپ کے ایمانی جذبات اور مسلمانوں کی عام دینی ودنیوی زبوں حالی اور پست ہمتی پر آپ کے قلبی درد وکرب کا بالیقین احساس کریں گے۔

کتاب کے شروع میں مولانا شاہ محمد قمرالزماں صاحب نے حضرت کے بارے میں چند حضرات کے تأثرات پھر چوٹی کے عرب علماء اور زعماء کے خطوط پھر مختصر سوانح پیش کرنے کے بعد حضرت کی تصنیفات اور ان کی خصوصیات پر قدرے تفصیل سے تبصرہ فرمایا ہے جس سے حضرت مفکر اسلامؒ کے قومی ملی درد، سوز دروں اور میکدۂ حجاز کے ساقی نیک نام ہونے کا سراپا اس طرح نگاہوں میں پھر جاتا ہے کہ قاری ذرا بھی غور وفکر سے کام لے تو اس کی زبان پر بے ساختہ جگر مرادآبادی کا یہ شعر جاری ہوجائے

جب تک کہ غم انسان سے جگر انسان کا دل معمور نہیں
جنت ہی سہی دنیا لیکن جنت سے جہنم دور نہیں

کتاب میں مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء کی کتاب میر کاروان سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے، کتاب پر مخدومی ومعظمی حضرت سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ناظم ندوۃ العلماء کا مفصل مقدمہ ہے۔

مبصر: مولانا شمس الحق ندوی

روایت ودرایت حدیث
ایک تجزیاتی مطالعہ

نام مؤلف: ڈاکٹر محمد سلیم قاسمی
ناشر: دارالکتاب، دیوبند، سہارنپور

ڈاکٹر محمد سلیم قاسمی کی یہ کتاب ۲۵۵ صفحات پر مشتمل ہے سات ابواب مصنف نے قائم کئے ہیں، پہلا باب حدیث عہد نبوی اور صحابہ میں، دوسرا باب وضاعین حدیث اور وضع حدیث کے اسباب اور تیسرا باب فتنہ وضع حدیث کا انسداد اور محدثین کی خدمات چوتھا باب خارجی نقد وتحقیق اور حدیث کی اندرونی کیفیت پانچواں باب درایت حدیث چھٹا باب اصول درایت اور موضوع روایات ساتواں باب ان ابواب کے تعلق سے ہے جس میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے مثلاً میلاد شریف، نصف شعبان کا روزہ، حیات خضرؑ وغیرہ پھر دیگر ابواب کے عنوان کے تحت موضوع کتب، اور مستند کتب حدیث پھر ان کتابوں پر لکھی گئی تصنیفات اور مصنفین کا ذکر وتعارف اس کتاب کے اہم اجزاء ہیں، مولانا ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد سلیم قاسمی کی موجودہ کتاب کوئی پہلا مطالعہ نہیں ہے، اس سے قبل اور بھی بعض مطالعات سامنے آچکے ہیں، ان میں اردو کی حد تک مولانا تقی امینی کی تالیف لطیف ''حدیث کا درایتی معیار'' پیش اوتالیف ہے، نوجوان محقق نے اس مطالعہ میں چند جہات کا اضافہ کیا ہے، اس کتاب کی قیمت ۱۵۰ روپئے ہے اعلی ایڈیشن کی ۲۰۰ روپئے ہے۔

مبصر: مولانا محمود حسن حسنی ندوی

حج وعمرہ، فضائل ومسائل اور طریقہ

نام مؤلف: مولانا محمد نسیم الدین مفتاحی اورنگ آبادی
ناشر: مؤلف
ملنے کا پتہ: جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد (مہاراشٹر)
قیمت ۱۰۰/ روپئے

حج وعمرہ کے سلسلہ کی یہ کتاب بہترین گائیڈ کا کام دیتی ہے، نوایڈیشن اس کے نکل چکے ہیں، ہندی میں بھی منتقل ہوگئی ہے، مرکز خدمات حجاج اورنگ آباد نے اس کو عام کرنے میں خصوصی حصہ لیا، مولانا ریاض الدین فاروقی ندوی ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی مولانا نیاز ندوی استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے یہ امید ظاہر کی کہ یہ کتاب حاجیوں کے لئے باکمال معلم، تجربہ کار رفیق اور مشفق رہبر کا کام انجام دے گی، حرمین شریفین ودیگر مقامات مقدسہ کی خوبصورت تصاویر سے یہ کتاب مزین ہے، مولد الرسول ﷺ کی دلکش تصویر کعبہ مشرفہ اندرونی حصہ کی دیدہ زیب تصویر مقامات حج کی بھی تصاویر کتاب کی قیمت اور بڑھاتی ہیں، کعبہ مشرفہ کا اندرونی منظر کا حقیقۃً دیکھنا خال خال کسی کو نصیب ہوتا ہے صورۃً میں نے بھی اسی کتاب کے ذریعہ پہلی بار دیکھا، حج کے سلسلہ میں مدلل اور مفید معلومات فراہم کی ہیں، ایک عازم سفر حرمین شریفین کو جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ان کی نشاندہی کی گئی، اس طرح یہ ایک بہترین زاد سفر ہے، مصنف موصوف جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد میں علوم شرعیہ کے استاد ہیں، اور ایک اچھے خطیب ومصنف ہیں۔

مبصر: مولانا محمود حسن حسنی ندوی

دین اسلام کے بنیادی ستون

مؤلف: مولانا بلال احمد مظاہری
ناشر: کریم بک ڈپو، عبدالحق مارکیٹ پل کبوبانی، سہارنپور
۱۳۶ صفحات کا یہ رسالہ کلمہ توحید اور ذکر الٰہی کے متعلق چالیس احادیث اور نماز، روزہ، زکوۃ، حج میں سے ہر ایک کے متعلق ۴۰-۴۰ احادیث اور مجموعی طور پر دوسو احادیث پر مشتمل یہ مفید مجموعہ احادیث ہے۔ دراصل یہ پانچ رسالے ہیں جن میں سے ہر رسالہ ہر ایک مستند عالم دین کا مقدمہ وتقریظ ہے، قیمت درج نہیں ہے۔

مبصر: مولانا محمود حسن حسنی ندوی

ہے کوئی جواب.....؟

مؤلف: حکیمی یونانی کونسل پٹنہ بہار
قیمت: ۱۵/ روپئے صفحات ۵۱

صحت ایک بڑی نعمت ہے، حدیث پاک میں بھی اس کو نعمت کہا گیا ہے جسمانی صحت اس وقت تک صحیح طور پر حاصل نہیں ہوسکتی جب تک روحانی صحت کی بھی فکر ساتھ ساتھ نہ کی جائے روحانی صحت کے اثرات جسمانی صحت پر پڑتے ہیں، اس رسالہ میں مرتب موصوف نے روحانی علاج اور جسمانی علاج دونوں کے تجربات یکجا کردیئے ہیں حضرات انبیاء کرام سے لے کر حکمائے اسلام تک اقوال پیش کئے ہیں، سقراط، بقراط، سکندر کی نصیحتیں بھی دی ہیں، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا یہ قول شروع میں دیا ہے کہ طب یونانی کو زوال اس لئے ہورہا ہے کہ باکمال لوگ پیدا نہیں ہورہے ہیں، اور آخر میں ڈاکٹر بختیار چودھری کی یہ حکیمانہ بات نقل کی ہے کہ لوگ ابتدائی دور میں ہی بری عادتوں کو اختیار کرلیتے ہیں جس کے نتیجہ میں ہر سطح پر صحت کے مختلف مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں، انتساب حکیم عبدالعلی قادری کی طرف ہے۔

مبصر: مولانا محمود حسن حسنی ندوی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
نقوش حیات

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر عبادالرحمن نشاط صاحب
ناشر: صدیق اکبر فاؤنڈیشن علی گمرائے بریلی
صفحات: ۱۶۰۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ پر تحقیق وتصنیف کا عمل انفرادی اور اکیڈمک دونوں طریقہ پر دنیا کے مختلف حصوں میں ممالک عربیہ ہوں

یالندن وترکی، برصغیر ہندوپاک ہو یا لیبیا وکوریا، امریکہ وافریقہ ہو یا اور دوسری جگہیں اس سلسلہ کی سرگرمیاں جاری ہیں، حضرت مولاناؒ نے اسلام کے پیغام کو مقامی وعلاقائی فکر وسطح سے بلند کرکے عالمی فکر وسطح پر عام کرنے کی جو کوشش کی یہ اس کا ایک معمولی اثر ہے جو دکھائی پڑ رہا ہے ڈاکٹر نشاط صاحب جو ہم لوگوں کے صرف کرم فرما ہی نہیں محذموں میں ہیں اور حضرت مولاناؒ کے مجاز بیعت وارشاد بھی امریکہ میں رہے، اور پھر مکہ مکرمہ آئے، وہاں سے اب سعودی عرب کے ایک دوسرے شہر ابہا پوسٹنگ ہوئی، تعلیم وتعلم ہی مشغلہ رہا، دامیانہ مزاج اواحسانی کردار کے ساتھ تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے، لکھنیا بہار کے متوطن ہیں اس لئے انہوں نے جو نقوش وتاثرات ان تمام جگہوں کے تعلق سے اپنے ربط وتعلق کے لحاظ سے ان کے فکر وپیغام اور مشن کے تعلق سے جو کچھ لکھا ہے صاف پتہ چلتا ہے کہ خون جگر سے لکھا ہے، حضرت کے تعلق مع اللہ اور ان کی محبوبیت ومقبولیت کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب بڑی مؤثر ہے مخدومی پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب کا پیش لفظ کتاب کا عطر پیش کرتا ہے۔

مبصر: مولانا محمود حسن حسنی ندوی

☆☆☆

آنکھوں کی جانچ اور چشموں کا ایک قابل اعتماد مرکز

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے

Auto Refracto Meter AR-860

فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور اور جوب کے چشمے

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین: اے رحمان (علیگ)

۲۱۲، مستجر گنج، اعظم گڑھ فون 222008

مولانا برکت اللہ بھوپالی ایجوکیشنل اینڈ سوشل سروس سوسائٹی (رجسٹرڈ-17236/86)

کے زیر اہتمام

جنگ آزادی کے عظیم مجاہد، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد

اور پہلی جلاوطن حکومت کے وزیر اعظم

پروفیسر مولانا برکت اللہ بھوپالی

کی یاد میں قائم دینی وعصری تعلیم کے اہم مراکز

☐ **برکت اللہ پبلک ہائر سیکنڈری اسکول**

گاندھی نگر، بھوپال، مدھیہ پردیش، انڈیا

☐ **برکت اللہ گرلس ہائر سیکنڈری اسکول**

سلطانیہ روڈ، سٹی ٹیلی فون ایکسچینج کے سامنے، بھوپال، ایم پی، (انڈیا)

☐ اس ادارہ میں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔

☐ غریب اور نادار مسلم طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

منجانب:- حاجی محمد ہارون ایڈوکیٹ۔ (بانی وناظم اعلیٰ)

فون: 0091-755-2543466, 2642715

قنوج کے قدیم مشہور ومعروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبو دار عمدہ و اعلیٰ شمامۃ العنبر ☆ عطر گلاب ☆ روح خس ☆ عطر موتیا ☆ عطر حنا ☆ عطر گل ☆ عطر کیوڑہ، ☆ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔

ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر، قنوج یوپی آئیڈیل پرفیوم سنٹر

(پرائیویٹ لمیٹیڈ) قنوج فون: 234445

فقہ وفتاویٰ

فقہی سوال وجواب

مولانا مفتی محمد طارق ندوی

سوال = ٹینٹ ہاؤس جس کا سارا سامان کرایہ پر جاتا ہے اور معقول آمدنی ہوتی ہے تو اس کے کاروبار پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب = صورت مسئولہ میں کرایہ کے سامان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ اس سے حاصل شدہ رقم پر اگر صاحب نصاب نہ تھا۔ اب صاحب نصاب ہوا ہے ایک سال گزر جائے تو اس آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

سوال = سوتیلی ماں، ماموں، سگی خالہ، سگی بہن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب = اسصورت میں مذکور اشخاص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، چونکہ اس میں صلہ رحمی بھی ہے اس لئے افضل ہے۔

سوال = اگر کوئی شخص جان بوجھ کر وتر کی نماز چھوڑ دے تو کیا اس پر قضا واجب ہوگی۔

جواب = ہاں اگر کوئی شخص بھول کر بھی وتر کی نماز چھوڑ دے تو اس پر قضا لازم ہوگی تو جان بوجھ کر چھوڑنے والے پر بدرجۂ اولی لازم ہوگی۔

سوال = کیا وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز نفل پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب = وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت ہے، ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضور ﷺ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے لہٰذا اگر کبھی کبھی ایسا اتباع سنت میں کرلیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سوال = کیا نماز تہجد پڑھنے کے لئے عشاء کے وقت ترک وتر لازم ہے؟ اور اگر تہجد کے مقصد سے عشاء کے وقت وتر کی نماز پڑھی لیکن بیدار نہ ہوسکا جس کی وجہ سے تہجد فوت ہوگئی تو کیا وتر کی قضاء واجب ہے؟

جواب = جو شخص تہجد کا پابند ہو اس کے لئے عشاء کے وقت وتر پڑھنا لازم نہیں ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ تہجد کے بعد وتر پڑھے اور اگر عشاء کے بعد وتر پڑھ لی اور پھر تہجد پڑھا تو یہ بھی درست ہے کہ وتر کے دہرانے کی ضرورت نہیں، جس شخص کو نماز تہجد میں اٹھنے کا اطمینان نہ ہو اس کو چاہیئے کہ عشاء کے ساتھ وتر پڑھ لے اگر اللہ توفیق دے تو بعد کو تہجد پڑھے۔

سوال = نوٹ یا پوسٹ کارڈ تصویر والے جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

جواب = تصویر والے نوٹ یا پوسٹ کارڈ جیب میں رکھ کر ضرور نماز پڑھنے سے کوئی خرابی نہیں آتی۔

سوال = فرض نماز کے بعد فوراً سنت پڑھنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر کی گنجائش ہے؟

جواب = فرض نماز کے بعد فوراً سنت پڑھنا ضروری نہیں اذکار ماثورہ کی مقدار تاخیر کرسکتا ہے، اس سے زیادہ تاخیر نہ کرنا چاہیئے۔

سوال = سنن ونوافل مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں؟

جواب = سنن ونوافل گھر میں پڑھنا اولی وافضل ہے۔

سوال = جن نمازوں کے بعد سنن مؤکدہ ہے اس میں امام اگر زیادہ دیر تک دعا مانگتا ہے تو اسکی تابعداری کرنی چاہیئے کہ نہیں؟

جواب = جن نمازوں کے بعد سنن مؤکدہ ہیں ان میں فرضوں کے بعد زیادہ تاخیر کو بعض کتابوں میں مکروہ لکھا ہے مگر وہ درست نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ امام جتنی دیر تک دعا مانگتا ہے اس کے ساتھ مقتدی بھی شریک رہیں، لیکن یہ ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر مقتدی کو کوئی فوری ضرورت ہو تو وہ دعا میں شریک نہ ہو، اور اگر شریک ہوجائے تو دوران دعا جا سکتا ہے۔

سوال = کیا فجر کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب = نہیں! طلوع صبح صادق کے بعد سوائے سنت فجر کے نوافل نہیں پڑھ سکتے ہیں۔

☆☆☆

عیسائیت کیا ہے

☆ عظیم محقق اور مصنف جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے قلم سے عیسائیت کے موضوع پر تاریخی تجزیہ اور تنقید کی روشنی میں ایک اہم کتاب۔

☆ کتاب کی علمی اور تحقیقی حیثیت کو دوچند کرنے کے لئے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا فکر انگیز مقدمہ۔

☆ ہر صاحب علم کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

☆ طلبہ اس کتاب کو مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ کے کاؤنٹر سے رعایت خاص (۵۰ فیصد) کے ساتھ حاصل کریں۔

شعبۂ دعوت وارشاد

ندوۃ العلماء

علماء وعمائدین بھوپال کے ساتھ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی ایک نشست

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اراکین کا سالانہ اجلاس ہندوستان کے مختلف شہروں میں ہوتا ہے تاکہ مسلمانوں کے دینی وملی مسائل پر ایک رائے قائم کی جاسکے اور مسلمانوں کے مختلف مسائل، مشکلات پر کم وقت میں صحیح واقفیت ہو سکے، نیز مسلم پرسنل لاء بورڈ کا تعارف اور اسکی اہمیت سے عام مسلمان بھی واقف ہو سکیں، اوران کا دینی وملی شعور بیدار ہو۔

اسی مقصد کے پیش نظر سال رواں میں شہر بھوپال میں بورڈ اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا، ۲۷ رجنوری کو علماء وعمائدین بھوپال کی رائے لینے اور اجلاس کو بہتر سے بہتر بنانے کی تجاویز پر تبادلہ خیال کی غرض سے صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ بذات خود بھوپال تشریف لے گئے، ۲۷ رجنوری کو علماء وعمائدین شہر اور دیگر سیاسی رہنماؤں سے شخصی ملاقاتیں ہوئیں، اور متعدد امور پر تبادلہ خیال ہوا، بعد نماز مغرب مصلا مسجد تاج المساجد میں علماء وعمائدین شہر کی ایک عمومی مجلس رکھی گئی جس میں حضرت مولانا محمد سعید میاں صاحب مجددی (امیر دارالعلوم تاج المساجد بھوپال) نے حاضرین مجلس کے سامنے مسلم پرسنل لاء بورڈ کے مقاصد اور اسکی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

انہوں نے فرمایا کہ: مسلم پرسنل لاء بورڈ پر برادران وطن کے خلاف نہیں ہے، اس کا مقصد تو یہ ہے کہ انسانوں کے ساتھ عدل وانصاف ہو، احسان کا سلوک وبرتاؤ ہو، ظلم نہ ہو، کسی کی حق تلفی نہ ہو سبھی کو برابر کے حقوق ملیں۔ حضرت پیر صاحب نے ملکی اور بین الاقوامی حالات کے پس منظر میں فرمایا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے استحکام کے لئے دل وجان سے کوشش کریں اسکے استحکام کا فائدہ کسی کا شخصی فائدہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق پورے ملک وملت سے ہے۔ اس کے برعکس مسلم پرسنل لاء بورڈ کے عدم استحکام سے جو ضرر ونقصان پہونچے گا، اس سے ہم اور ہمارے معصوم بچے بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔

پیر صاحب نے آخر میں فرمایا کہ اہل بھوپال کو اس مبارک موقع کی قدر کرنا چاہئے انہوں نے مزید فرمایا کہ ہم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب ندوی کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہماری پیشکش کو قبول فرمایا کہ یہ سنہرا موقع عنایت فرمایا ہے۔

آپ کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ نے حاضرین مجلس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام اخلاق وانسانیت کی تعلیم دیتا ہے، جس کے واضح اشارے مولانا محمد سعید میاں صاحب نے دیئے ہیں لیکن افسوس ہے کہ برادران وطن نے اسلام کو سمجھا نہیں اس لئے وہ ان پر دہشت گردی کا الزام لگاتے ہیں، اور ہماری کوتاہی یہ ہے کہ ہم برادران وطن سے اسلام کا تعارف نہ کرا سکے اور ہماری عملی زندگی میں اچھا نمونہ نہ پیش کرنا بھی اس بدظنی کا بڑا سبب ہوا ہے، لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم عملی زندگی کا بہتر نمونہ پیش کریں، اگر ہم پاکیزہ زندگی گزاریں گے تو لوگ خوش ہوں گے اور اسلام کی طرف دل سے مائل ہوں گے، انمیں تبدیلی آئے گی، ورنہ آج کی جو صورت حال ہے اس کا اندازہ اخبارات سے ہوتا ہے، کہ اس وقت دنیا کرب واذیت کی حالت میں ہے، عجب کشمکش ہے، انسان انسان کو فائدہ نہیں پہنچا رہا ہے، لہٰذا ہم مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ہم بہترین نمونہ پیش کریں، اچھے اخلاق بتائیں، سکھائیں اور لوگوں کو متوجہ کریں، کہ بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی اصلاح کریں، اور دوسروں کو بھی دین کی طرف متوجہ کریں، مسلم پرسنل لاء بورڈ آج سے ۳۲ سال قبل مسلمانوں کو دین کی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے ہی قیام میں لایا گیا تھا، مسلم پرسنل لاء بورڈ نے اصلاح معاشرہ کی تحریک چلائی، تاکہ بتایا جائے کہ معاشرہ میں شریعت کے خلاف کیا کیا بات ہو رہی ہے اور رسموں اور رواجوں میں الجھ کر مسلمان کن کن مسائل ومصائب سے دوچار ہو رہے ہیں، اس کے لئے مسلم پرسنل لاء بورڈ نے دارالقضاء کا محاذ اختیار کیا ہے، لیکن یہ کام جتنا اہم ہے اتنا ہی نازک بھی ہے۔ کیونکہ جو کام عوامی سطح پر کیا جاتا ہے، اس میں مشکلات بھی پیش آتی ہیں، لہٰذا ہمارا سالانہ اجلاس اس لئے ہوتا ہے کہ سماجی وقانونی مشکلات جو پیش آتی ہیں، ان کو حل کرنے کی تدابیر غور کیا جائے، اور یہ اجلاس مختلف مقامات پر ہوتا ہے تاکہ پورے ملک میں ہماری آواز پہونچ سکے، اور مسلمانوں کو متوجہ کر سکیں اس مرتبہ مولانا شمس الدین آفریدی صاحب رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے دعوت دی کہ یہ اجلاس بھوپال میں ہو، اور بھوپال سے ایک خاص تعلق کی وجہ سے مجھے بھی اس کا خیال تھا، چنانچہ محترم جناب مولانا سعید میاں صاحب مجددی کے سرپرستی قبول کر لینے کے بعد اس کا فیصلہ کیا گیا، مولانا شمس الدین صاحب آفریدی کو اجلاس کا کنوینر بنایا گیا اب کوشش یہ ہو کہ یہ جلسہ نمونہ کا جلسہ ہو، ہندوستان میں بھوپال کا جو مقام ہے اس کے معیار ومقام کے مطابق ہو، ان شاء اللہ دوماہ کے فرق کے ساتھ اپریل کی ۲۹/۳۰ اور مئی کی ۱/۲ کو یہ اجلاس رکھا جائے گا۔

حضرت مولانا کے خطاب کے بعد محترم مولانا محمد سعید میاں صاحب، مجددی دامت برکاتہ نے صدر جلسہ اور حاضرین مجلس کا شکر ادا کیا، اس کے بعد آپ نے علماء وعمائدین شہر سے تاثرات اور اظہار خیال کی درخواست کی جس میں بڑی تعداد نے اپنے تاثرات اور اظہار مسرت کے ساتھ کشادہ دلی اور وسعت قلبی کا بھی ثبوت دیا۔ جو ہونے والے اجلاس کے لئے نیک فال سے کم نہیں ہے، تاثرات مندرجہ ذیل حضرات نے پیش کئے۔

(۱)۔ جناب حبیب بیگ صاحب چیرمین مساجد کمیٹی (۲)۔ جناب انوار محمد خاں صاحب سکریٹری اوقاف تنہائی (۳)۔ جناب عبدلأحد صاحب امیر حلقہ جماعت اسلامی خلقہ مدھیہ پردیش (۴)۔ جناب عبدالرحمن وفا صدیقی صاحب (صدر جماعت أھل حدیث مدھیہ پردیش) رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ (۵)۔ جناب عزیز قریشی صاحب سیاسی رہنما، کانگریس (۶)۔ جناب عارف مسعود صاحب سیاسی رہنما، سماج وادی (۷)۔ جناب حاجی ہارون صاحب ایڈوکیٹ چیئرمین جمعیۃ اقلیتی فورم (۸)۔ مولانا سید مشتاق علی صاحب ندوی نائب قاضی شہر بھوپال صدر مولانا علی میاں ایجوکیشنل سوسائٹی (۹)۔ مولانا شمس الدین آفریدی صاحب رکن مسلم پرسنل لاء بورڈ (۱۰)۔ مولانا وصی عالم صاحب نائب صدر تعمیر ملت، مدھیہ پردیش (۱۱)۔ مفتی عبدالرحیم صاحب قاسمی ناظم جامعہ خیر العلوم (لال مسجد) بھوپال۔ اور دیگر صاحبان

الحراء پبلک اسکول وہاسٹل

اسلامی ماحول میں عصری تعلیم

Al-Hira Public School & Hostel

الحراء پبلک اسکول وہاسٹل نے روز اول سے مسلم بچوں وبچیوں کے لئے ایک ایسا نظام تعلیم ترتیب دیا ہے، جس میں عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے جدید علوم کی تعلیم کا نظم ہے اور ساتھ ہی بنیادی دینی معلومات بھی بہم پہنچائی جاتی ہیں جو بحیثیت ایک مسلمان زندگی گذارنے کے لئے ناگزیر ہیں۔

☆ درجات : نرسری تا میٹرک
☆ ذریعہ تعلیم : انگریزی
☆ سیشن : جنوری تا دسمبر
☆ امتیازی خصوصیات : عصری علوم کے ساتھ بنیادی دینی تعلیم ☆ محبت وشفقت کا ماحول ☆ کمپیوٹر کی تعلیم ☆ ممکن حد تک کتابوں کا کم بوجھ ☆ CCTV کے ذریعہ کلاس مونیٹرنگ
☆ نصاب : C.B.S.C کے مرتب کردہ جدید نصاب کے مضامین انگریزی، ہندی، اردو، حساب، سائنس، سماجیات کے علاوہ جنرل نالج، ڈرائنگ، کمپیوٹر، گرائمر، عربی، قرآن اور اسلامیات۔
☆ ہم نصابی سرگرمیاں : بچوں کی ہمہ جہت ترقی کے لئے کھیل کود، پینٹنگ، سائنس ایکزیبیشن، لائبریری، ایجوکیشنل ٹورز، ہفتہ وار بزم تقریر، مباحثہ، نظم، کہانی ڈرامہ اور ویت بازی وغیرہ۔
☆ ہاسٹل : لڑکے اور لڑکیوں کے لئے پرسکون اور محفوظ مقام پر رہائش کا الگ الگ نظم۔
☆ اوقات دفتر : آٹھ بجے صبح سے ایک بجے دن تک (اتوار کو تعطیل)

Opp: Tranining School, Professors' Colony, Shahganj, Patna-80006
Ph : 2685287(S), 2691945 (H), 9431087443 (M) e-Mail : alhirashahpatsify.com

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali 'Aminabad'
Lucknow - 2218636, 2258115
Mobile - 9415001207

ریڈی میٹ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coat-Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
menmark
58, Hatwasin Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone (S) 2216948 (R) 2227443

گبدون
جگر اور پتہ کی خرابیوں کو دور کرنے والا بے نظیر سیرپ
☆ پیلیا، اور یرقان
☆ اور پتہ کے درد،
☆ کمزوری، درد اور
☆ چھری کا بے نظیر سیرپ

لیکوڈرین
لیکوریا اور جریاں میں ریحانہ موثر
لیکوریا میں بے حد مفید، جراثیم کا قاتل
رطوبت کو خشک کرکے طاقت دیتا ہے۔
قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے، سرعت انزال اور کثرت احتلام
دونوں بیماریوں میں بے حد موثر وحفیظ ہے

حسنی فارمیسی
۱۷۷/۳۱۷، گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱ (یوپی) انڈیا
(O) 2202677 , M : 94150 28675, 941505047